سرپرست
حافظ عبدالرحمن مدنی
مدیر
حافظ انس نضر مدنی

قد تبین الرشد من الغی

طالبان علم کا علمی و فکری مجلہ

ماہنامہ رُشد لاہور

ستمبر.....2013ء

☆اسلام اور سائنس
☆غموں کو دور کرنے میں نیک اعمال کا کردار

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

www.KitaboSunnat.com

طالبان علم کا علمی وفکری مجلّہ

رُشد

لاہور

ماہنامہ

جلد 22 | شمارہ 2 | ذیقعدہ | ۱۴۳۴ھ | ستمبر | ۲۰۱۳ء

مدیر

حافظ انس نضر مدنی

نائب مدیر

حافظ عبدالحنان کیلانی

03444183680

آئینہ رشد

اداریہ

جمہوریت کی اسلام کاری.................................1

قرآنیات

سورۃ البقرہ......... ترجمہ وتفسیر.............................6

حدیث وسنت

باب مسلمان کو ڈرانا حرام ہے۔...............................11

مذہب اور سائنس

اسلام اور سائنس.......................................13

اصلاح معاشرہ

غموں کو دور کرنے میں نیک اعمال کا کردار.......................25

قرآنیات

تدریس قرآن اور اس کے متعلقہ احکام ومسائل.................40

معاون مدیر

کلیم حیدر

03334687616

انتظامیہ

عبدالوحید، مغیرہ لقمان،
عزیز الرحمان، خزیمہ،
ظفر اقبال

مجلس مشاورت

کامران طاہر
محمد اصغر
ابو رجال

رُشد

کتاب وسنت میں فہم سلف کے مطابق آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اداریہ

جمہوریت کی اسلام کاری

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا سیاسی، معاشی، معاشرتی، عسکری، قانونی اور تمدنی لحاظ سے مغربی نظاموں کے زیر تسلط ہے۔ کسی نے برضا و رغبت اور کسی نے جبر و اکراہ کے ساتھ ان نظاموں کے مطابق خود کو ڈھالا ہے۔ مغرب کے معاصر نظاموں کے قائلین سکالرز ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ وہ اپنی قومی روایات کو مغربی فکر و عمل کے سانچے میں ڈھال کر ملک و قوم کے لئے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ اس حوالے مسلم اور غیر مسلم سب ہی یکساں ہیں۔ ویسے یہ حقیقت ہم تسلیم کرتے ہیں کہ رائج الوقت فکری نظام سے بلند ہو کر سوچنے کی توقع رکھنا اس دنیا سے لاتعلق ہونے کے مترادف ہے۔ لیکن اس امر میں افسوس اس وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کا وہ گروہ جو قیادت و رہبری کے فرائض سر انجام دے رہا ہوتا ہے وہ بھی اس عام قومی مرض میں مبتلا ہو جائے۔ اسی وجہ سے ہم نے سکالرز کو بالخصوص ہدف تنقید ٹھرایا ہے۔

① جب ہم چیزوں کا تجزیہ کرنے لگتے ہیں اس وقت بالعموم غلطی کر جاتے ہیں جب انہیں محض انفرادی حیثیت سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کائنات اور بذات خود انسان کا وجود ایک کل ہے۔ یہاں چیزیں مربوط اور منظم ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر اثر انداز ہوتی ہیں۔ باہمی تعامل سے نظام عالم متحرک ہے۔ ہم اس حقیقت کا انکار نہیں کرتے کہ ہر چیز اپنی ایک انفرادی حیثیت بھی رکھتی ہوتی ہے۔ وہ انفرادیت ہی اس کی پہچان ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ رائے رکھنا کہ اپنی اس انفرادیت کی وجہ سے اس کا اجتماعی رشتہ نہیں رہا تو یہ غیر حقیقت پسندانہ رویہ ہے۔

② جب ہم دو چیزوں کی چند صفات اور خصوصیات میں اشتراک پاتے ہیں اور ان دونوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد وجود، ان کی روح جداگانہ ہو تو یہ نہیں کہتے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ بالخصوص وہ اشتراک بھی محض عارضی و اتفاقی ہو۔ پھر مستزاد یہ ہے کہ ان کے دیگر خصائص بالکل مختلف ہوں۔ اس کے برعکس ہم چیزو کو اس وقت مشترک تسلیم کرتے ہیں جب ان کی روح ایک ہو۔ چاہے دیگر چند صفات و خصائص میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا چیزوں کے درمیان چند مشترکات کی بنیاد پر یکسانیت کا حکم لگانا سطح بینی کا ثبوت تو ہو سکتا ہے بالغ نظری کا نہیں۔

③ ایک ایسا نظریہ جو خاص حالات کا پیدہ کردہ ہو اسے دائمی حیثیت دینا۔ یا وہ خاص جگہ او رخاص ماحول میں پیدا ہوا ہو۔ اسے ہر جگہ اور ہر ماحول کے لئے مناسب قرار دینا سوائے حماقت کے کچھ نہیں۔ پھر بالخصوص اسے ایسے ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کرنا جہاں ان اسباب و عوامل کے بالکل مخالف اور متضاد اسباب و عوامل ہو جن میں یہ نظریہ تشکیل پایا تھا۔ یہ صریحا ظلم و استبداد ہے۔

مذکورہ تینوں قضیوں پر بحث کو طوالت دینے کی بجائے انتہائی اختصار کے ساتھ چند معروضات پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلے تو یہ ہے کہ جمہوریت کو محض ایک سیاسی نظام کی حیثیت سے لینا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اس کے ساتھ انسانی زندگی کے معاشرتی اور معاشی کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے حیات بھی وابستہ ہیں۔ بالخصوص نظام سرمایہ داری کے حوالے سے ہم کہہ دیں کہ تو بے جا نہ ہو گا کہ جمہوریت سرمایہ داری کا سیاسی جبکہ نظام سرمایہ داری جمہوریت کا معاشی چہرہ ہے۔ ان دونوں کا باہمی طور پر چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جمہوریت کی روح تو آزادی ہے۔ لیکن در حقیقت اس آزادی سے مراد آخری تجزیے میں جا کر خالص معاشی آزادی ہے۔ مثلا یہ کہ فرض کریں اسلامی نقطہ ء نظر سے اگر آپ کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ یہ دیکھیں گے کہ وہ اس طریقے سے نہ ہو جو شریعت نے حرام ٹھرایا ہے۔ اسی طرح آپ اس بات پر بھی غور کریں گے کہ وہ بزنس حرام چیز جیسے شراب وغیرہ کا نہ ہو۔ اس کے برعکس جمہوریت میں آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد ہیں جیسے چاہیں بزنس کریں اور جس چیز کا چاہیں کریں۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آپ کے اس کاروبار کو تحفظ فراہم کرے۔ اسی طرح ایک اسلامی معاشرے میں نظام معاشرہ کی اساس حیا ہوتی ہے۔ فواحش و منکرات کا انسداد اور فریضہء امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی اس میں ہر شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جبکہ جمہوریت میں لوگ آزاد ہیں وہ جیسا چاہیں نظام معاشرت پسند کریں اور جس طرح چاہیں اپنی زندگی گزاریں۔ ایک لبرل جمہوری معاشرے میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اس کی سب سے بڑی قدر یہ ہوتی ہے کہ اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ کسی کا دل چاہتا ہے تو وہ سر عام فحش و منکر کا ارتکاب کرے۔ بے حیائی پر مبنی طرز زندگی اپنائے اور اسے فروغ دینا چاہے تو بغیر کسی رکاوٹ کے دے۔ اگر آپ اس کے خلاف کسی قسم کی کوئی مزاحمت کریں گے تو لبرل جمہوری ریاستی طاقت حرکت میں آجائے گی۔ کیونکہ آزادی کو تحفظ دینا اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس کا کام ایسے قوانین وضع کرنا ہے جن سے آزادی کی زیادہ سے زیادہ حفاظت ممکن ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ سرمایہ داری پہلے جب معاشرے کو اقدار سے خالی کرواتی ہے تو پھر اس کے لئے ہر طرح کے کاروبار کا جواز ممکن ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان چیزوں کو زیادہ فروغ ملتا ہے جو مخرب اخلاق ہوتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوری جدوجہد سے حاصل ہونے والے حقوق اور ضمانتیں جمہوریت کی روح ہیں چنانچہ اسلام نے انہی حقوق پر زور دیا ہے لہذا ان مشترکہ اقدار کی بنا پر دونوں تقریباً ایک دوسرے کے منافی نہیں۔

اس سلسلے میں ہم گزارش کرنا چاہیں گے کہ وہ جمہوری حقوق اور ضمانتیں جمہوریت کی روح تو ہو سکتی ہیں لیکن اسلام کی روح ہرگز یہ نہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسلامی نقطہء نظر سے ان حقوق وغیرہ کا انکار کیا جا رہا ہے بلکہ ہم نے تو اس قضیے کی اساس ہی مشترکات پر اٹھائی ہے۔ لیکن مسلہ کی بنیادی نوعیت میں فرق ہے۔ تامل کی نوبت اس وقت آتی ہے جب ہم ان حقوق کو اسلام کی روح قرار دے دیتے ہیں۔ کیونکہ اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو اساسی ترین مسلہ یہ سامنے آتا ہے کہ معبود کسے تسلیم کیا جائے؟ عبادت کس کی ہونی چاہیے؟ اور جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت کریں گے وہی قانون سازی کا حق رکھتا ہے۔ جمہوریت میں حق قانون سازی عوام یا عوامی نمائندگان کے پاس ہوتا ہے جبکہ اسلام میں حق قانون سازی صرف خدا کے لئے ہے۔ اور انسانی تاریخ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی ایک انسان یا چند انسانوں نے دوسروں کے لئے قانون سازی کی ہے تو اس میں ظلم و استحصال ہی ہوا ہے۔ اور جمہوری نظام کا اگر تمام پہلوؤں سے دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو اس میں حق قانون سازی در حقیقت سرمایہ دار یا ان کے نمائندے کر رہے ہوتے ہیں۔ انہی سرمایہ دارانہ مظالم کے خلاف گزشتہ صدی میں اشتراکیت سامنے آئی تھی۔ اگرچہ وہ بذات خود ایک بدترین ظلم و استحصال کی شکل تھی۔ لہذا اسلامی قانون کی روح یہ ہے کہ حق قانون سازی صرف اللہ کے لئے ہے۔ پھر انسان کے لئے حقوق اور ضمانتوں کا تعین بھی وہ خود ہی کرے گا۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ جمہوریت یا جمہوری نظام کو دائمی اور عالمگیر حیثیت دینا صریحا ظلم ہے۔ یہ ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکنے والی بات کے مترادف ہے۔ جمہوریت کے ایک خاص تاریخی ماحول میں پیدا ہوئی۔ اس کے اپنے خاص اسباب و عوامل ہیں۔ ازمنہ وسطی میں جب یورپ توہمات اور خرافات میں ڈوبا ہوا تھا۔ مذہب کے نام پہ اپنے خود ساختہ نظریات و افکار مسلط کر کے انسانیت کی تذلیل کی جاتی تھی۔ دوسری طرف سائنسی ایجادات و اختراعات کو اپنے مصنوعی مذہب سے متصادم متصور کر کے صرف رد ہی نہیں کیا جاتا تھا بلکہ سائنس دانوں کو سخت ترین مظالم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ دوسری طرف جاگیر داری نظام کی وجہ سے انسانیت کا صرف معاشی استحصال ہی نہیں بلکہ عزت و شرف اور نقل و حرکت کی آزادی بھی پائمال ہو رہی تھی۔ ان حالات میں سائنس اپنے جلو میں صنعتی نظام لے کر آئی جس کے طبعی تقاضے جاگیر داری سے یکسر مختلف تھے۔ سرمادا روں کی شہ پر ستم رسیدہ عوام نے جاگیر دار نہ اقدار کے خلاف بغاوت کر دی۔ طویل جدوجہد کے بعد ایک نیا صنعتی معاشرہ تشکیل پا گیا۔ لیکن اس جدید معاشرتی نظم میں بھی عوام اسی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر مظالم سہنے پر مجبور ہونے لگے۔ بس اتنا سا فرق پڑا کہ جاگیر دار کی جگہ سرمایہ دار نے لے لی۔ چنانچہ پھر از سر نو طویل جدوجہد کا باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقم کرنا پڑا۔ تاوقتکہ کہ جمہوریت کے چہرے کا غازہ یعنی اس کے حقوق اور ضمانتیں سامنے آئیں۔ اب وہ لوگ جو اس مخصوص حالات کا پیدا کردہ نظام کو عالمی اور دائمی حیثیت دینا چاہتے ہیں وہ کس بنا پر یہ کاوش کر رہے ہیں؟ کیا مسلم دنیا میں اس طرح کی سائنس اور مذہب کے تناظر میں کوئی تصادم ہوا ہے؟ کیا جمہوریت نے جو حقوق دیے ہیں وہ اسلام نے اپنے تقاضوں کے ساتھ اس سے زیادہ احسن طریقے کے ساتھ عطا نہیں کیے؟ بلکہ اس طویل تاریخی جدوجہد کو دیکھیں تو جمہوریت یہی بات سامنے آتی ہے کہ یہ حقوق اور ضمانتیں جمہوری نظام کا نتیجہ نہیں۔ یہ تو طویل عوامی جدوجہد سے جمہوری نظام کا حصہ بنی ہیں۔ اور آج تک انہیں مزید ثابت کرنے کے لئے کوشش کی جاری رہی ہے۔ یعنی جمہوریت سبب نہیں بلکہ خود نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس اسلام آغاز سے اپنے نظام کے اندر ان حقوق اور ضمانتوں کو لے آیا ہے۔

حافظ عبدالحنان کیلانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ البقرہ[1].....ترجمہ و تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿الم[2](1) ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (2) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (3) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (4) أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (5) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (6) خَتَمَ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (7)﴾ [البقرة]

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

ترجمہ: "میں ہوں اللہ بڑے علم والا۔ یہ کتاب بلاشک (صحیح) ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔ جو غیب کی باتیں مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہمارے دیے

---

1 اس سورۃ کی فضیلت حدیثوں میں بہت آئی ہے۔ ایک حدیث میں جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہے، وارد ہے کہ یہ سورۃ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے کے ساتھ جناب باری میں آئے گی۔ اور اس کی طرف سے بطور وکالت کے گفتگو کرے گا۔ اور اس کی سفارش کر کے معافی کرائے گی۔

2 (الم) ان حروف مقطعات کے معنی بتلانے میں بہت ہی اختلاف ہوا جس کا مفصل ذکر تفسیر اتقان اور معالم میں مرقوم ہے۔ میرے نزدیک زیادہ صحیح وہ معنی ہیں جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں کہ ہر ایک حرف اللہ کے نام اور صفت کا مظہر ہے۔ اسی لئے میں نے یہ ترجمہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو تیری طرف اتری ہوئی (کتاب) اور تجھ سے پہلے اتری ہوئی بھی مانتے ہیں۔ اور یہی لوگ قیامت کو مانتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ وہ لوگ جو انکاری ہیں انہیں تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے وہ نہیں مانے گے۔ خدا نے ان کے دلوں کو اور کانوں کو بند کر دیا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کو عذاب بڑا ہو گا۔"

مختصر تشریح:

میں ہوں اللہ سب سے بڑے علم والا۔ اگر تم میرے علم پر یقین رکھتے ہو تو جان لو کہ یہ کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے بلاشک (صحیح) اور میری طرف سے ہے اور جو یہ شبہ ہو کہ اگر یہ کتاب بلاشک صحیح ہے تو اس کو سب لوگ کیوں نہیں مانتے؟ تو اس کا جواب سنو؟ کہ مخلوق تین قسم پر ہے ایک وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا خیال ہے کہ ہمارا کوئی مالک ہے جو ہم سے ہمارے افعال کی نسبت سوال کرے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا۔ ایسے لوگ تو ہمیشہ مجھ (خدا) سے ڈرتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اپنے خیالات کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ غلط ہوں۔ دوسرے کی سنتے ہی نہیں خواہ کیسی ہی کہے۔ بلکہ الٹے حق گوؤں سے جو ان کی رائے سے مخالف ہوں دشمن ہو جاتے ہیں۔ تیسری کے قسم وہ ہیں جو اپنی غرض کے یار مطلب کے آشنا۔ نہ اسلام سے عداوت نہ کفر سے عار۔ بلکہ جس طرف دنیاوی مطلب ہو اسی طرف کے غلام۔ اگر مسلمان ہیں تو اپنے مطلب کو، کافر ہیں تو اپنی غرض سے۔ پس یہ قرآن بیشک پہلی قسم کے لوگوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔ ہدایت یابی کے بعد ان کی پہچان کے دو نشان ہیں۔ اوّل نشانی اور بڑی ضروری نشانی تو یہ ہے کہ جو بن دیکھے غیب کی باتیں حسب فرمان الٰہی مانتے ہیں اور نماز کو ایسا ادا کرتے ہیں کہ پانچوں وقت جماعت سے پڑھتے ہیں اور علاوہ اس کے ممسک اور بخیل بھی نہیں بلکہ ہمارے دیے ہوئے سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ اور دوسری نشانی یہ سمجھو کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جو اے پیغمبرؐ! تیری طرف اتری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی کتاب۔

اور تجھ سے پہلے اتری ہوئی کتابیں بھی مانتے ہیں نہ صرف زبانی دنیاداروں کی طرح یا جھوٹے واعظوں کی مانند کہ کہیں کچھ، اور کریں کچھ، بلکہ وہ نیک کام اور اخلاص میں ایسے مشاق ہیں کہ ان کی اخلاص مندی دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ یہی لوگ قیامت کو مانتے ہیں۔

جو ہر وقت اسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں جو کام کرتے ہیں قیامت کی عزّت اور ذلّت کا لحاظ اس سے پہلے کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ بے شک یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر چلنے والے ہیں۔ اور اگر یہ اسی طرز پر رہے تو بے شک یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ہاں وہ لوگ جو عناد کے سبب ہر ایک حقانیت سے انکاری ہیں یعنی جن کو تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے، وہ اس کتاب کو نہیں مانیں گے۔ ایسے لوگوں کو خدا نے اپنی جناب سے دور کر دیا ہے۔

اب ان کی ایسی بُری حالت ہے کہ کوئی سچّی بات ان کے ذہن تک رسائی کر ہی نہیں سکتی۔ اس لیے کہ خدا نے ان کے دلوں کو قبولیّت حق سے اور کانوں کو حق سننے سے بند کر دیا۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے پس تینوں طریق انسان کی ہدایت کے ہوتے ہیں۔ سو خدا نے ان کی سرکشی اور لاپرواہی کے سبب سے تینوں کو بند کر دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ چونکہ یہ لوگ بڑے معاند اور مفسد ہیں۔ قیامت کے روز ان کو عذاب بھی بڑا ہی ہو گا۔

خلاصۂ تفسیر

عیسائیوں کی پہلی غلطی:

بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان نے عیسائیوں سے انجیل کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل مانگی تو جھٹ سے انہوں نے یہ آیت یا اس کے ہم معنی کوئی دوسری آیت پڑھ دی اور سائل مسلمان پر زور ڈالا کہ تمہارا قرآن کتب سابقہ کی شہادت دیتا ہے یا کہ ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کو داخل ایمان بتاتا ہے پھر تم اس سے زیادہ ثبوت کیا چاہتے ہو اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ جو پہلا ہی موقع کتب سابقہ کی تصدیق کا آیا ہے ہم اس امر کی تحقیق

کر دیں کہ کتب سابقہ جن کی قرآن کریم تصدیق کرتا ہے وہ ہی ہیں جن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت زمانہ حال کے عیسائیوں سے مطلوب ہے یا ان کتابوں کی قدر و منزلت کہاں تک ہے؟ اور یہ بھی واضح کر دیں کہ اس مطلب پر عیسائیوں کا اس آیت کو پیش کرنا مثبت مدعا ہے یا صرف دفع الوقتی یا نا سمجھی۔

اس سلسلے میں ہم عرض کریں کہ قرآن نے جن سابقہ کتب سماوی پر ایمان کا مطالبہ کیا ہے وہ یہ نہیں۔ یہ تو انبیاء کے بعد لکھی گئیں ہیں۔ ان کی حیثیت صرف کتب تاریخ جیسی ہے۔ ان کی عبارات اپنے انبیاء کے بعد والے واقعات پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ توریت کی کتاب استثناء میں ہے "بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں آٹھا" بلکہ اس بات کو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتب بعد میں حواریوں نے مدون کی ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں حواری اس ضمن میں معصوم ہیں ان کے حفاظت خدا یا بقول ان کے مسیح کے ذمہ تھی۔ اور اناجیل کا اختلاف بھی اسی سماع کی وجہ سے ہے جو وہ وقتاً فوقتاً مسیح سے سن کر لکھا کرتے تھے۔ تدوین کی بنیاد سند کی بجائے سماع تھا اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں جب یہ کتب بعد میں مدون ہوئی ہیں تو وہ نہ رہیں جن پر قرآن نے ایمان کا تقاضہ کیا ہے۔

عیسائیوں کی دوسری غلطی:

اس سلسلے میں عیسائیوں کی طرف سے ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب خود خدا ہی نے ان کافروں کو گمراہ کیا اور ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھیں بند کر دیں تو پھر ان کا قصور کیا؟ ایسے لوگوں کو عذاب دینا انصاف سے بعید ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن کی ان آیات پر اعتراض کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ہاں کی بھی خبر نہیں لی۔ تورات اور انجیل نے بھی اس مسلہ کو متعدد مقامات پر بوضاحت لکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ تورات کی دوسری کتاب سفر خروج باب 4 کے فقرہ اکیس میں ہے:

" خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب تو مصر میں داخل ہووے تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لیکن میں اس کے دل کو سخت کروں گا وہ ان لوگوں کو جانے نہ دے گا"

پھر اسی باب کے فقرہ 27 میں لکھا ہے

"خدا نے فرعون کا دل سخت کر دیا۔ اس نے ان کا جانا نہ چاہا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمان مبارکپوری

باب: مسلمان کو ڈرانا حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص دل لگی یا ستانے کے لئے اپنے بھائی کی لاٹھی نہ لے۔ اور جو لے چکا ہو اسے واپس کر دینی چاہیے۔

شرح الحدیث:

یہاں دو متضاد حالتیں بیان کی گئیں ہیں۔ دل لگی اور ستانے کی نیت سے۔ اور یہ دونوں ہی بیک وقت مراد ہیں۔ یعنی بظاہر تو دل لگی سے اپنے بھائی کی لاٹھی اٹھائے بعد میں اسے تکلیف دینے کی نیت سے دیتا نہیں۔ (حدیث کی صراحت کے مطابق یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے خدشہ ہے کہ کہیں دونوں بھائیوں کے درمیان نزاع جنم نہ لے لے۔ یعنی فتنے کا سبب نہ بن جائے۔)

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں لاٹھی اٹھانے سے روکا گیا ہے جو کہ ایک معمولی چیز ہے لہذا وہ چیز جو قیمتی ہو وہ بالاولیٰ اس میں شامل ہے کہ نہ اٹھائی جائے۔

باب: ہتھیار سے اشارہ کرنا منع ہے۔

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کیا (چھری یا تلوار وغیرہ)۔ تو اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

شرح الحدیث:

یہاں بھائی کی طرف اسلحہ کے ساتھ اشارہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور اس سے مراد وہ اشارہ ہے جو غیر ارادی طور پر ہو جائے۔ پھر ساتھ ساتھ آپ نے بھائی کی قید بھی لگائی۔ چنانچہ اس اشارہ کا کیا حکم ہو گا جو ارادی طور پر ہو اور وہ بھی بھائی کے علاوہ کسی کی طرف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: ننگی تلوار لینا دینا منع ہے۔

جابرؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا ہے۔(بغیر میان کے ہو)

شرح الحدیث:

برہنہ شمشیر دینے لینے سے اس وجہ منع کیا گیا ہے کہ کہیں اس سے کسی کو کوئی زخمی نہ ہو جائے۔یا ہتھیار کسی عضو بدن پر نہ گر جائے۔

باب: جس نے نماز صبح پڑھی وہ اللہ کی امان میں ہے۔

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام رضی اللہ عنہ ﷺ نے فرمایا، جس نے نماز صبح اداء کی وہ اللہ کی پناہ اور امان میں ہے۔(چنانچہ خیال کرو) کہیں اللہ تعالیٰ اپنی پناہ توڑنے کی وجہ سے تمہارے درپئے نہ ہو جائے۔

شرح الحدیث:

ظاہر بات ہے یہ امان توحید کے ساتھ مشروط ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں اس امان کے حاصل کرنے کے لئے صرف نماز صبح کی ادئیگی کا ذکر آیا ہے۔لیکن درحقیقت اس میں بالواسطہ وہ تمام تقاضے اور مطالبات بھی شامل ہیں جن کی عدم ادئیگی سے یہ معاہدہ متاثر ہوتا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحنان کیلانی[1]

اسلام اور سائنس

گزشتہ مضمون میں اولا ہم اپنی بحث اس نقطہ پر لے کر گئے تھے کہ موجودہ سائنس اب مادی نظریے کو شکست دے کر طاقت و قوت تک پہنچ گئی ہے۔ اب سائنس کہتی ہے کہ مادے کے مختلف مظاہر و اشکال در حقیقت قوت وطاقت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

ثانیا یہ ہے کہ حقیقی سائنسی علم و معرفت کے خلاف بقیہ ادیان سماوی تو ہو سکتے لیکن دین اسلام ہر گز ایسا مؤقف نہیں اپنا تا جو تعارض پر مبنی ہو۔

آئندہ اوراق میں ہم براہ راست اسی نقطہ کی طرف آنا چاہتے ہیں کہ سائنس جسے قوت و طاقت کہہ رہی ہے وہ در حقیقت اسلام کی نظر میں خدا ہے۔ اس بنیادی اشتراک کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سائنس یا دیگر مادی نظریات کے بالمقابل اسلام کا تصور خدا واضح کر دیا جائے۔ ممکن ہے سائنسی تحقیقات کسی دن خدا کے بارے میں مزید تفصیلات کے انکشاف تک پہنچ جائیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس یقین میں پختگی آتی جائے گی کہ اسلام صداقت محض ہے۔

اسلام کا تصور خدا:

جب ہم فلسفہ، سائنس، علم الکلام اور خالص عقلی نظرت سے صرف نظر کر کے اسلام کی سادہ تعلیمات اور اس کائنات پر غور کرتے ہیں تو ذات باری تعالیٰ کا جو تصور ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ:

① اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان اور ان کی ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ یعنی

1 ریسرچ سکالر محدث لائبریری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ذات اپنے وجود کے کسی پہلو میں کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اس کی تمام صفات اکمل الکمال یا مکمل ترین ہیں۔

② اس جیسی یا اس کے مثل کوئی ذات نہیں۔ اور نہ ہی کسی ذات میں اس جیسی صفات میں سے کوئی ایک بھی صفت ہے۔ وہ ذات ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہے۔

③ ہماری عقل اور حواس اللہ کی ذات اور صفات کی حقیقت کو نہیں پاسکتے۔ ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

قرآن میں آتا ہے:

﴿ذَلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ * لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾[1]

"یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بیں اور باخبر ہے۔"

اور حدیث میں آتا ہے:

«تفكروا في الخلق، ولا تفكروا في الخالق، فإنكم لا تقدرون قدره»[2]

"تم مخلوق میں غور وفکر کرو خالق میں نہ کرو، اس کی تم اسطاعت نہیں رکھتے۔"

یہاں ہم عرض کرتے چلے جائیں کے اس حدیث میں ذات باری تعالیٰ کے بارے میں غور فکر کرنے کی جو ممانعت آئی ہے اسے اسلامی نقطہء نظر سے عقل وفکر کی آزادی سلب کرنے پر

---

1 الأنعام/102، 103

2 كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، رقم الحديث 5706

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ یہ تو کسی چیز کی قدرت و استطاعت کی وضاحت اور بیان ہے۔ یعنی یہ اس حقیقت کی توضیح ہے کہ انسانی عقل حواس پر انحصار اور اپنی داخلی استطاعت کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ وہ ذات الٰہی کی حقیقت و کنہ تک رسائی حاصل کر سکے۔ اگر ایسا کرنے کو شش کرے گی تو ناکامی و خسران کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ عقل انسانی خدا کی مخلوقات و مصنوعات اور ان کے باہمی تناسب و نظم پر غور و فکر کرے۔ اس سے وہ اس ذات والاصفات کے بارے میں کچھ تصور کر سکے گی۔

اسلامی تصور خدا کی تفہیم کے تقاضے:

خدا کے درج بالا تصور تک رسائی کے لئے دین اسلام نے انسان سے جو تقاضے کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

ایک انسان معرفت خدا کی اساس اپنے مشاہدہء ذاتی پر ہی رکھے۔ وہ اس کائنات کے فطری مظاہر پر غور و فکر کرے۔ جیسا کہ سائنس کا بھی یہی کام ہے۔ لیکن اس ضمن میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ یہ تدبر و تفکر آزادانہ ہونا چاہیے۔ اس میں کسی قسم کے موروثی و معاشرتی نظریات رکاوٹ نہ بن سکیں۔ نفسانی خواہشات اور مادی مفادات آڑے نہ آسکیں۔ ساتھ ساتھ طلب حق کا جذبہء صادقہ بھی ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں تقریباً چالیس کے قریب مقامات ایسے آئے ہیں جہاں انسان کی عقل و فکر کو ابھارا گیا ہے۔

انسانی کی عقل کی بجائے وجدانی حس زیادہ صاف اور ستھری ہے۔ کیونکہ غیر مادی اور روحانی چیزوں کے لئے عقل کی بہ نسبت وجدان زیادہ کام دے سکتا ہے۔ اور معرفت کے من جملہ ذرائع میں سے یہ زیادہ تیز، زود اثر اور قابل اطمنان ہوتا ہے۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اعمال و افعال پر اس عقیدے کے اثرات مرتب کریں۔ یعنی جب ایک بندہء مومن یہ اعتقار رکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی خالق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اس کا لازمی تقاضہ یہ بنتا ہے کہ وہ صرف اسی پر توکل کرے اور اسی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پناہ مانگے۔ اسی طرح جب وہ یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا، نگران اور ہر چیز پر غالب ہے تو ضروری ہے کہ صرف اسی کے سامنے طلب حاجات کے لئے دست درازی کرے۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام خدا کے بارے میں غور و فکر کے جس منہج کی ترویج و تلقین کرتا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ کی مخلوق و مصنوعات میں تو غور کرو لیکن اس کی ذات میں نہ کرو۔ البتہ قرآن یہ ضرور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہے جس کی ذات اور صفات دنوں ہی ہیں۔ اس نے اس کائنات کو عدم محض سے پیدا کیا ہے۔ حالانکہ عدم محض سے کچھ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کائنات میں رونما ہونے والی تمام تر تبدیلیاں اسی ذات الٰہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ وہ اس سارے جہاں یا اس کے کسی بھی جزء کو فنا کرنے پر ہر وقت قادر ہے۔ یہاں جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی عطا کردہ ہیں۔ کیونکہ وہ رحمٰن اور رحیم ذات ہے۔ مرنے کے بعد وہ جسم اور روح اکٹھا اٹھائے گا۔ پتھر، نباتات، ستارے، حیوانات اور انسان عبادت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی انسان کی بھی عبادت کی جائے گی تو وہ اس آیت کے زمرے میں آئے گا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾[1]

"تم لوگ خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔"

اور افضل البشر خود آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ نے اپنے بارے میں بھی یہی تاکید کی کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ معبود برحق صرف وہی ہے جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ یعنی وہ اس کائنات کو بنانے والا، اس کی حفاظت کرنے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔

اسلامی تصور خدا کا جائزہ:

خدا اور معبود کے بارے انسانیت کی تاریخ کا یہ سب سے اعلیٰ اور منفرد تصور ہے۔ باقی تمام

1 سورۃ الأعراف:194

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بت پرستانہ، یونانی، مجوسی اور جدید نظریات و فلسفے اس کے سامنے بے بنیاد اور باطل ہیں۔ اس سلسلے میں واضح رہے کہ جدید سائنسی تہذیب نے جن خداؤں کو جنم دیا ہے ان سب کا وجود بے یقینی کی اساس پر ہے۔ پتا نہیں کب کسی تازہ نظریے کا معمولی سا جھونکا اس مروج خدا کو دفن کر دے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو انسانیت ہمیشہ ہی اس طرح کے گوناگو نظریات میں بھٹکتی رہی ہے۔ کسی نے کہا معبود دو ہیں ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔ کسی نے عقل کی پرستش میں لذت محسوس کی۔ کسی نے قوت و طاقت کو مبعود برحق جانا۔ یونانیوں کا معبود صرف بہت زیادہ سخت گیر اور خوف زدہ کرنے والا تھا۔ ارسطو کا خدا اس کائنات کی تمام جزئیات کو نہیں جان سکتا تھا۔ کسی نے کہا اللہ نے صرف اس کائنات کے وجود کو پیدا کیا اور اس کے بعد اس سے لاتعلق ہو گیا۔ اور کوئی کہنے لگا کہ یہ کائنات بذات خود ہی قدیم ہے۔

اسلام نے ایک ایسا تصور الہ و معبود دیا جو ان تمام توہمات سے جداگانہ حقیقت کا حامل ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف کائنات اور واقعات کا ہی خالق نہیں بلکہ اسباب و علل بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ اس نے ہر واقعہ اور چیز کے کچھ فطری و طبعی قوانین طے کیے ہیں۔ یہ فطری قوانین بذات خود کوئی طاقت و قوت نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمارے دریافت شدہ قوانین بھی سلسلہ ءلامتناہی کا ایک حصہ ہیں۔ یہ اس کلی نظام کا ایک معمولی سا جزء ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام اور سائنس کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ سائنس کی اساس ان فطری قوانین پر جو اسلامی نقطہ ءنظر سے اللہ نے خود خلق کیے ہیں۔ یہ ایمان باللہ کا حصہ ہیں۔ لہذا اسلام اور سائنس میں تعارض نہیں بلکہ باہمی طور پر گہرا رشتہ ہے۔

اسلامی عقیدے میں اللہ کی ذات کو قدرت، حیات اور علم سے موصوف کیا گیا ہے۔ دوسری طرف اگر ہم اللہ کی مخلوقات و مصنوعات پر غور کریں تو لازمی طور پر یہی نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ انہیں پیدا کرنے والا ایسی صفات سے متصف ہے۔ یعنی وہ ذات جو ان چیزوں کو پیدا کرتی ہے وہ اس کے پاس بے حساب علم ہے۔ اس کائنات میں موجود قوانین کا اسے بخوبی ادراک ہے۔ اور اس مخلوق پر اس کی بہت زیادہ گرفت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس اگر ہم فلاسفہ کے معبود یا خدا کو دیکھیں تو وہ ایک ایسی علت العلل ہے جو ادارک، علم اور قدرت سے محروم ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک مفروضہ ہے جس کا وجود ہر چیز میں بس اپنی طرف سے فرض کر لیا گیا ہے۔اس کی وضاحت و توجیہ کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔جبکہ اسلامی عقیدے میں تصور خدا اس کائنات کا ایک خالق ،مالک، متصرف، قادر، فنا کرنے کا اختیار رکھنے والا ہے۔بلکہ اس کے قوانین اسی نے بنائے ہیں۔وہ ان پر غالب ہے۔اس نظام کا حصہ نہیں۔اور نہ ہی وہ محض ایک علت العلل ہے۔یہ تمام قوانین اس کی مخلوق اور اس کے دائرہء قدرت میں ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ کائنات بے انتہا قوانین کے ساتھ منظم ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اس کا انتظام اللہ کی قدرت اور ارادے سے مربوط ہے۔یہ ہمیشہ اسی کی مشیت سے چلتی ہے۔

سائنسی قوانین کی حقیقت:

سچ تو یہ ہے کہ اس کائنات میں رونما ہونے والے کسی بھی واقعہ یا حادثہ کی جس بھی قانون کی روح سے توجیہ کی جائے گی وہ ناقص اور ادھوری ہو گی۔کیونکہ کوئی بھی قانون ہو وہ بذات خود کسی توجیہ کا محتاج ہے۔قانون واقعے یا حادثے کو عدم سے پیدا نہیں کرتا۔وہ تو اپنے طے شدہ طریقے کے مطابق چلاتا ہے۔بلکہ واقعات کی کسی بھی غیر خدائی قوت کے ساتھ توجیہ کریں گے تو وہ ہمیشہ ہی ناقص رہے گی۔لہذا اس تناظر میں ہم دیکھیں تو اللہ کے خالق ہونے کا اقرار ہمارے سائنسی و مادی نظریات کی تکمیل کرتا ہے۔سائنسی قوانین جس طرح اپنی تخلیق میں ایک ذات کے محتاج ہیں۔اسی طرح اپنا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ایک ذات کے محتاج ہیں۔چنانچہ یہ ساری کائنات اور اس کے قوانین خدا کی ملک میں ہیں۔وہ انہیں چلا رہا ہے۔وہ اپنی حکمت سے ان کے ذریعے اپنا اختیار نافذ کرتا ہے۔

انسانیت کی اساس توحید پر ہے:

مذکورہ تمام باتوں سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ فطرت انسانی بھی اسی بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک الہ تسلیم کیا جائے۔ اور اللہ کی ذات وصفات تصور انسان کی فطرت میں اچھی طرح قائم ہے۔ چنانچہ یہ فطرت انسانیت خود بخود ہی اپنے خالق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ یہ عقیدہ کوئی ارتقائی عقیدہ نہیں۔ جیسے کہ موجودہ دور کے فلفیوں کی رائے ہے کہ مذہب الہی نہیں بلکہ انسان کی خود ساختہ چیز ہے اور پھر یہ کہ انسان کے اولین دور میں کئی خدا تھے۔ انسانیت آباؤ اجداد، بت پرستی اور عجیب و غریب خداؤں کی پرستش کر رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ انسان کی سوچ ترقی کرتی چلی گئی اور توحید کا تصور آیا۔ جس میں انسان نے کئی خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک الہ ومعبود کی پوجا شروع کر دی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی عقیدے کی صورت حال اس کے بالکل ہی برعکس ہے۔ اللہ نے کائنات اور انسان کی تخلیق کی اساس توحید کو بنایا۔ اور آغاز میں انسان توحید پرست ہی تھا۔ پھر یہ درست عقیدے سے منحرف ہونا شروع ہو گیا۔ واضح رہے کہ تاریخی طور پر بھی یہ بات صحت پر مبنی کہ نہیں انسانیت پہلے توبت پرستانہ وغیرہ جیسے کئی طرح کے مذاہب وعقائد میں اسیر رہی پھر رفتہ رفتہ اس میں توحید کا شعور آیا۔ کیونکہ تاریخی طور پر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انسانیت کے اندر بے دینی والحاد، شرک اور توحید بیک وقت رہے ہیں۔

مادیت کے اسباب اور اغراض:

اور بالخصوص موجودہ الحاد تو ان چیلنجز کے رد عمل کی ایک فطری صورت ہے جن کا سامنا نشاۃ ثانیہ کے دور میں اس تہذیب کو اپنے ابتدائی ایام میں کرنا پڑا تھا۔ اس وقت مذہب انسانیت کے خود ساختہ نظریات پر مشتمل تھا۔ اور ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ سائنس اور مذہب کے درمیان تعارض بھی انہی نظریات کی وجہ سے تھا۔

یعنی موجودہ الحاد تو سائنس اور خود ساختہ مذہب کے باہمی تصادم سے پیدا ہوا ہے۔ جس میں سائنس دانوں اور فلسفیوں نے یہ کوشش کی کہ انسانی طرز زندگی کے لئے ایک ایسا منہج وضع کیا جائے جس میں مذہب کی مداخلت بالکل نہ ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہمیں نظر آتا ہے کہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری چند صدیوں میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی حیثیت سے جتنے بھی نظریات پیش کئے گئے ہیں ان سب کی روح یا ان میں مادیت کا تصور مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ ان سب میں یہ کوشش نظر آتی ہے کہ اس نظام زندگی کو غیر مذہبی بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ ہر اس سائنسی تحقیق کو ناکارہ قرار دیا گیا جو خدائی توجیہ پر مبنی ہو۔ ایک غیبی دنیا کا انکار کیا گیا۔ لیکن آٹم کے ٹوٹنے کے بعد سائنسی انکشافات نے انسانیت کو پھر وہیں لا کھڑا کیا۔ کہ ایک غیر مرئی طاقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

دوسری طرف انہیں مادی فلسفوں پر زور دیا جارہا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ صرف وہی چیز حقیقت ہے جو محسوسات پر قائم ہو۔ کیونکہ اگر ایسے نہیں کیا جائے گا تو تہذیبی غلبہ برقرار نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ محمد قطب رقمطراز ہیں:

"وكما ألغت الجاهلية المعاصرة اليوم الآخر من حس الناس لكيلا تفقد شرعية وجودها من أول حظة ، وألغت الإيمان بالله لكي لا يعوق " مصالحها" ومخططاتها .. فكذلك ألغت كل معيار حقيقي لإنسانية الإنسان ، لذات الدوافع وذات الأسباب ! لو أقرت الجاهلية المعاصرة أن الإنسان يختلف عن الحيوان منذ البدء في أن له عقيدة واعية في الله ، وقدرة علي الإيمان بما لا تدركه الحواس (أي الإيمان بالغيب) وأن أعماله – كلها – تحمل قيمة خلقية ناشئة من أن له طريقين لاطريقا واحدا كالحيوان ، وقدرة علي التمييز بين الطريقين وقدرة علي الاختيار ، ومن ثم يوصف عمله بأنه خيرا أو شريا ، بينما لا يوصف بذلك عمل الحيوان..

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولو أقرت بذلك فكيف تبر كل ممارستها التي تقيمها علي أساس حيوانية الإنسان ؟

ولو أقرت بذلك فيكيف تفعل بمخططاتها ومصالحها ؟!

كيف يتحقق للرأسمالية ربحها الحرام ، القائم أساسا علي الفصل الكامل بين العمليات الاقتصادية وبين الدين والأخلاق ؟ وكيف يتحقق لليهودية مخططها في استحمار الأمميين وتسخيرهم لشعب الله المختار ؟

كيف يتحقق للرأسمالية ربحها من الربا ، ومن الصناعات التافهة التي تميع الطابع وتفسد الأخلاق ، ومن الحروب التي تثيرها من أجل إيجاد أسواق لتصريف فائض الإنتاج ؟

وكيف يتحقق لليهودية مخططها في إفساد الرجل والمرأة وشغلهما بمقاذر الجنس عن تنشئة أطفال صالحين يقومون في شبابهم بإرساء قواعد الحق والعدل وإرساء قواعد الأخلاق ؟ وكيف تقوم بتفكيك روابط الأسرة والمجتمع ، وشغل البشرية كلها بجنون الجنس وجنون السينما وجنون التليفزيون وجنون الكره وجنون " المودة " وجنون" التقاليع "..؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كلا إنها لا يمكن أن تقر بذلك ، لا لأنه ليس حقيقة في ذاته ، ولكن لأن الإقرار به يفقدها شرعية وجودها علي التو ، ويضر أيما إضرار بمخططاتها ومصالحها .''

جس طرح موجودہ جاہلیت نے آخرت کا تصور لوگوں کے احساس سے نکال دیا ہے تاکہ کسی چیز کے بارے میں جواز اور عدم جواز کی بحث ہی نہ رہے۔ اسی طرح اس نے ایمان باللہ کا قصہ ہی ختم کر دیا۔ تاکہ اس کے منصوبوں کی تکمیل میں کچھ رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح کے خاص اسباب و عوامل کی بنا پر اس نے انسان کی انسانیت کے تمام حقیقی معیارات مٹا دیے ہیں۔

اگر موجودہ جاہلیت یہ اقرار کر لیتی کہ انسان بالکل ہی ایک الگ قسم کا حیوان ہے یہ اللہ کے بارے میں ایک عقیدہ اور شعور رکھتا ہے۔ ایسے ایمان کی استطاعت رکھتا ہے جو حواس سے ناممکن ہے۔ یعنی ایمان بالغیب ۔ اور اس کے تمام اعمال اخلاقی اقدار کے حامل ہیں۔ جن کی اساس خیر وشر کے دوراستے ہیں۔ حیوان کی طرح ایک راستہ نہیں۔ اگر موجودہ جاہلیت اقرار کر لیتی کہ ان دونوں راستوں پر انسان کو شعور اور اختیار بھی بخشا گیا ہے۔ اور اس کے عمل کو اچھا اور برا کہا جاسکتا ہے حیوان کی طرح بغیر حکم کے نہیں۔ اگر موجودہ جاہلیت ان سب باتوں کا اقرار کر لیتی تو وہ تمام معاملات میں انسان کو حیوان متصور کر کے انہیں استوار نہ کر سکتی۔

اگر موجودہ جاہلیت ان سب باتوں کا اقرار کر لیتی تو وہ اپنے منصوبوں کو کیسے پایہء تکمیل کو پہنچاتی؟ پھر سرمایہ داری حرام منافع کیسے کما سکتی؟ جن کی اساس یہ ہے کہ معاشی معاملات کا دین و اخلاق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟ یہودی اپنے منصوبے کیسے پورے کر سکتے؟ وہ امیوں کو گدھے اور اللہ کی پسندیدہ قوم کا تابع دار کیسے بناتے؟ سرمادار ی سودی منافع کیسے کما سکتی؟ اسی طرح ان بڑی بڑی صنعتوں سے منافع کیسے کمائے جاسکتے تھے؟ جن کی وجہ سے طبعیتوں میں حرص اور اخلاق میں تباہی آتی ہے؟ ان جنگوں سے کیسے فوائد سمیٹے جاسکتے تھے جن کے شعلے بھڑکائے ہی اس لئے گئے تھے تاکہ زائد پیداوری کی کھپت کے لئے بازار مل جائیں؟ مرد وعورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اخلاقی بگاڑ اور دونوں کو جنسی غلاظتوں میں مصروف رکھنے کے لئے یہودی منصوبے کیسے پورے ہوتے؟ مرد و عورت ایسی نیک اولاد کی پرورش سے غافل رکھنے کا یہودی منصوبہ کیسے مکمل ہوتا جس کی تربیت ایسی ہو کہ عالم شباب میں بھی وہ حق و عدل پر قائم رہے۔ اور اخلاقی پختگی کا مظاہرہ کرے؟ خاندانی اور معاشرتی روابط توڑنے کا خواب کیسے پورا ہوتا؟ ساری انسانیت کو سینما، جنس، ٹیلی وژن اور عشق و جنون میں مبتلا کرنے کی امیدیں کیسے پوری ہوتیں؟

موجودہ جاہلیت کسی صورت بھی انہیں تسلیم نہیں کرے گی۔ ان حقیقتوں کا انکار اس وجہ سے نہیں کرے گی کہ حقیقت میں یہ اپنا وجود نہیں رکھتیں۔ بلکہ اس وجہ سے کرے گی کہ اگر وہ اقرار کرلے گی تو اس کا اپنا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس سے وہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہو جائے گی۔

اس ضمن واضح رہے کہ ہم اس چیز کا انکار نہیں کرتے کہ سائنس سے معرفت الٰہی حاصل ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس حوالے سے ہم طویل بحث کر آئے ہیں کہ سائنس معرفت الٰہی کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔ لیکن گزارش صرف اس قدر ہے کہ محض سائنس کو ہی معیار نہ متصور کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وحی کو بھی اہمیت دی جائے بلکہ اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ وحی ہی آخری اور حتمی معیار ہے۔ سائنس اس مسلہ میں اس کی معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔

سائنس اور مذہب کی حقیقت:

سائنس اور مذہب اپنی اصل کے اعتبار سے دو جداگانہ حقیقت کے حامل ہیں۔ سائنس کی انسان کی مادی طاقتوں میں سے ایک طاقت ہے جبکہ مذہب ایک مکمل منہج حیات، طرز زندگی اور نظام حیات ہے۔ سائنس میں صرف ایک مادی و فطری قانون کی دریافت ہے اور مذہب وہ تمام قوانین دیتا ہے جن کی بنا پر ایک انسان اپنی ذات، خاندان، معاشرہ اور دیگر اقوام سے تعلقات قائم کرنے کی رہنمائی لیتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ مذہب ایسے اصول و ضوابط بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے جن کے ذریعے ایک انسان مادے اور اس کائنات کی چیزوں رابطے کی نوعیت متعین کرتا ہے۔

ظاہر بات ہے یہ تعلقات اسی وقت جنم لے سکتے ہیں جب اللہ پر شعوری ایمان ہو اور اس کے دیے ہوئے منہج حیات کو اپنایا جائے۔ اور سائنس بھی ان من جملہ تعلقات میں سے ایک تعلق والی چیز ہے چنانچہ اسلام نے آکر اسے اپنے طریقے سے منظم کر دیا ہے۔ جبکہ سائنس بذات خود زیادہ سے زیادہ یہ بتاتی ہے کہ اس مادے سے تعلق کیسے قائم کرنا ہے۔ اس کی صرف یہی حد ہے۔ رہی بات کہ زندگی گزارنے کے لئے اصول معاشرت کیا ہونے چاہیے؟ اس نظام زندگی کو مرتب کرنے کے لئے خاندان اور اپنی ذات کے متعلق انسان کن قوانین سے رہنمائی لے؟ اور بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ اس کائنات میں موجود چیزوں میں سے حلت و حرمت کیا شئے ہے؟ تو ان تما سوالوں کا جواب دینے سے سائنس قاصر و عاجز نظر آتی ہے۔

مذکورہ تمام سوالوں کے لئے مذہب کی طرف مراجعت ناگزیر ہے۔ وہی ہمیں بتاتا ہے کہ اخلاقی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی اصول کیا ہونے چاہیے۔ ان کے لئے ہمیں کہاں سے رہنمائی لینی چاہیے۔ لہذا سائنس میں صرف مادے کے متعلق بحث ہونے کی وجہ سے وہ صرف ایک جزئی سا علم دیتی ہے جبکہ مذہب انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی دیتے ہوئے ایک کلی رہنمائی کا دعوئے دار ہے۔ اور تمام مذاہب سماویہ کی تعلیمات کی داخلی شہات اس بات کے لئے کافی ہے کہ اس کلی رہنمائی کا فریضہ بھی کماحقہ اگر کوئی مذہب دے سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری اظہر نذیر[1]

یہ مضمون ایک عربی کتاب کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ جس میں موجودہ دور کی پریشانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک عمومی نفسیاتی تجزیہ کیا گیا تھا۔ جسے قاری اظہر نذیر صاحب نے اردو دان حضرات کے لیے ترتیبی اور اسلوبی تبدیلیوں کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ادارہ

غموں کو دور کرنے میں نیک اعمال کا کردار

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على هادي الأنام وخاتم الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے نیک اور صالح اعمال آخرت میں اللہ کے حضور اس کے لئے سفارش کریں گے ہی۔ لیکن کئی احادیث اور آیات کے مطابق وہ اس دنیا میں بھی کبھی کبھار خدائے لم یزل کے سامنے دست شفاعت دراز کرتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے انسان کو بعض پریشانیوں، دکھوں اور مصیبتوں سے نجات بھی ملتی ہے۔ اس سلسلے میں واضح رہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت جیسے اعمال کرتا ہے تو اللہ کو ان کی ضرورت وحاجت نہیں بلکہ یہ اللہ اپنے بندوں پر اپنی رحمت اور فضل کی وجہ سے غموں سے نجات دلاتا ہے۔

بہر حال آئندہ اوراق میں اس بات کی وضاحت کرنے کو شش کی جائے گی کہ ایک انسان کو جو نفسیاتی اور جسمانی دکھ یا غم وغیرہ پہنچتے ہیں انہیں دور کرنے میں نیک اور صالح اعمال کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

واضح رہے کہ مصیبتوں اور دکھوں کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔ ایک نفسیاتی اور اندرونی،

1 متعلم جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جسمانی اور بیرونی ذیل میں دونوں کا بالتفصیل ذکر کرنا چاہوں گا۔

نفسیاتی پریشانیاں:

نفسیاتی پریشانیوں سے مراد وہ تمام نفسیاتی امراض اور جلد اثر کر جانے والے جذبات ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنا توازن اور خود پہ کنٹرول کھو بیٹھتا ہے۔ اگر چہ اس طرح کی پریشانیاں بہت زیادہ ہیں اور ان پر علیحدہ علیحدہ بالتفصیل بحث ہو سکتی ہے لیکن ہم ان میں سے صرف انہی کا ذکر کریں گے جن کا عام طور پر لوگ شکار ہوتے ہیں۔

1: الھم: (پریشانی)

انسان کا معمولی و غیر معمولی چیزوں کے بارے مسلسل پریشان رہنا الھم کہلاتا ہے۔ بعض اوقات یہ پریشانی مستقبل میں درپیش چیلنجز اور مسئولیت کے بارہ میں ہوتی ہے۔ یہ ایسا نفسیاتی مرض ہے جو شیطان انسان کے دل میں وسوسوں کی صورت میں ڈالتا ہے اور اسکے روز مرہ کے معمولات کو 'اگر چہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں' ایک پہاڑ کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ یہ پریشانیاں انسان کو کمزور کر دیتی ہیں اور انسان حوادثات زمانہ میں پھنس کر رہ جاتا ہے، خصوصا جب انسان اپنے خالق حقیقی سے کٹ جائے، سنت نبوی سے اپنے مسائل کا حل تلاش نہ کرے اور اپنے ازلی دشمن کی پیروی کرے تو اللہ تعالی انسان کو ان پریشانیوں کے ذریعے آزماتے ہیں تا کہ انسان معصیت کو چھوڑتے ہوئے رجوع الی اللہ کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کی رضا و منشاء کے مطابق چلے۔

ان آلام و مصائب سے تب ہی چھٹکارا ممکن ہے جب انسان اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اعمال صالحہ بجالائے، اپنی معصیت و سرکشی ترک کر کے انتہائی عاجزی اختیار کرے، ایسے ہی تلاوت قرآن اور کثرت استغفار کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنائے تا کہ وہ غفور و رحیم ذات غموں کو دور کر دے اور اسے عافیت و سکون عطا فرمائے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان پریشانیوں سے نکلنے اور علاج کیلئے کئی دعاؤں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ»[1]

"جس نے استغفار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، اللہ تعالی اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اور غموں سے راحت کا سامان پیدا فرمادے گا۔ اور اسے ایسے مقامات سے رزق مہیا فرمائے گا جن کا اسے وہم گمان بھی نہ ہو گا"

نبی ﷺ نے غم وپریشانی کے وقت کی ایک دعا سکھلائی جب بھی کوئی آلام ومصائب کے وقت یہ دعا پڑے گا اللہ ضرور اسے غموں سے نجات دے گا اور اسکی پریشانیوں کو خوشیوں میں تبدیل کردے گا:

«مَا قَالَ عَبْدٌ قَطُّ إِذَا أَصَابَهُ هَمٌّ وَحَزَنٌ: اللهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّهُ، وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحًا»[2]

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ پر جاری ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس خالص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا علم الغیب میں اسے اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کا

1 ألباني: ضعيف، السلسة الضعيفة: 705

2 السلسلة الصحيحة: 972

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مداوا اور میرے فکر کو لے جانے والا بنا دے"

یہی وجہ ہے کہ رحمت کائنات ہموم و غموم سے بہت زیادہ پناہ مانگتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالحَزَنِ، وَالعَجْزِ وَالكَسَلِ، وَالجُبْنِ وَالبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ»[1]

"اے اللہ! میں غم اور پریشانی سے، عاجز ہو جانے سے، سستی سے، بخل، بزدلی و قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غالب آجانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

2۔ حزن: (غم)

اسے ماہرین نفسیات کی اصطلاح میں "کآبہ" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ لفظ اکثر ان غموں پر بولا جاتا ہے جو کسی معین حادثہ کی پیش آنے کی وجہ سے لگ جاتے ہیں یا کئی حادثات کا نتیجہ ہوتے ہیں جیسے اپنے کسی عزیز کی گمشدگی، مالی خسارہ، طویل مرض کا لگ جانا یا نامناسب سوسائٹی کے ساتھ رہنا پڑھ جائے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہوتے ہیں جو انسان کے ہاں اس طرح کے غم کو پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، یہ ایک طبعی و فطری معاملہ ہے چنانچہ جب اس کے اسباب پائے جائیں گے تو یہ صورت حال ضرور پیدا ہو گی۔ تقریباً ہر انسان اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ان غموں سے چھٹکارا صرف قرآنی احکامات اور سنت نبوی سے ہی ممکن ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ سے ایسی ہی رہنمائی ہمیں اس وقت ملتی جب آپ ﷺ کے لختِ جگر کی وفات ہوئی۔ اس حادثے کا آپ ﷺ نے گہرا اثر لیتے ہوئے فرمایا تھا، اے ابراہیم! تیری جدائی نے اتنا غمگین کر دیا ہے کہ آنکھیں بہہ رہی اور دل افسردہ ہے لیکن ہم زبان سے صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

یعقوب علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ سے پہلے یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کے وقت اللہ سے

1 صحیح بخاری:5425

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکایت کی تھی:

﴿قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾[1]

"یعقوب نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں"

جب اس طرح کے حالات ایک طویل مدت رہتے ہیں اور انسان مسائل حل کرنے یا ان کا سامنا کرنے سے خود کو عاجز پاتا ہے تو مزید آنے والے مصائب پر اسکی فکر مندی بڑھ جاتی ہے، تب یہ ایک نفسیاتی پریشانی بن جاتی ہے اور باقی امراض کی طرح اسکا علاج بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر ان حالات پر توجہ نہ دی جائے تو انسانی طبعیت میں ایسے بڑے رخنے پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جہاں سے شیطان کو داخل ہونے کا مسلسل موقع ملتا رہتا ہے، پھر وہ جس طرح چاہتا ہے بہکاتا ہے، معاصی و منکرات کو انسان کے لیے مزین کر دیتا ہے۔

ان مصائب کے بھنور سے انسان کو نکالنے کے لیے، جو انسان کو امراض کی طرف دھکیل دیتے ہیں، بہت ساری احادیث ہیں، یہ احادیث جہاں انسان کو سکون دیتی ہیں وہاں ساتھ ساتھ مصائب میں زیادتی کو روکتی ہیں یہاں تک کہ انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور رحمت الٰہی سے اس کے معاملات ٹھیک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ اور اپنے بعد اپنی امت کو یہ بات سکھلائی کہ اعمال صالحہ کرنے سے نہ رکیں۔ یہ انسان کے ایمان و یقین کو مضبوط کرتے ہیں اور اللہ کی رضا و منشاء پر راضی رہنے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

یہ وہی غم ہے جو اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کو لاحق ہوا تھا۔ جب انکی آنکھوں کی ٹھنڈک، انتہائی محبوب لختِ جگر یوسف علیہ السلام کے ایک طویل عرصہ تک گم ہونے کی وجہ سے جو پریشانی ملی کہ ان کے بارہ کچھ بھی معلوم نہ تھا، لیکن اس کے بعد جب دوسرا بیٹا بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ مصر کے تجارتی سفر میں کھو گیا تو انہیں یہ حزن، یہ غم چمٹ گیا لیکن انہوں نے مایوسی کو اختیار نہ کیا بلکہ وہ اللہ وعدے کے مطابق پختہ رہے اور بلکہ اس سے ان کا تعلق باللہ اور بھی

1 یوسف: 86

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضبوط ہو گیا، اللہ کے ساتھ اور اللہ کی حکمت بالغہ پر یقین میں اضافہ ہو گیا۔ وہ صبر اور بدلہ کی امید کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ سے فریاد کناں ہوئے۔ ﴿قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾

اللہ کے علاوہ کسی معبود، بادشاہ، صنم کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی کسی کاہن و فریب خور اور دھوکے باز سے فریاد کی۔ ان کے اتنے بڑے غم کی کشادگی اور خوشی کا یہی سبب تھا جو ناقابل بیان ہے کہ جب خوش خبری دینے والا یوسف علیہ السلام کی قمیص لایا تو وہ اپنے ان آلام اور نفسیاتی پریشانیوں سے نکل آئے جو یوسف اور اسکے بھائی کے فراق میں ان کے ساتھ چمٹ گئیں تھیں اور انکی بینائی لوٹ آئی۔

القلق: (اضطراب)

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسان کا کسی مخفی اور غیر معروف چیز کے اپنے اوپر واقع ہونے کا خوف محسوس کرنا قلق (اضطراب) کہلاتا ہے۔ قلق ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے جو کسی کو بھی لاحق ہوتی ہے تو وہ خود کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے، نہ خود میں ٹھراؤ اور نہ ہی اپنے ماحول میں امن پاتا ہے، بلکہ ایسے شخص میں ہمہ وقت اضطراب اور طبیعت میں کشیدگی و کھینچاؤ کی کیفیت رہتی ہے۔ یہ تکلیف عموماً کسی غیر مانوس چیز کو دیکھنے، اچانک حملے یا اخلاقیات سے گرے "جواری، شراب نوش، دھوکے باز" رفقاء کے ملنے اور غیر محفوظ مستقبل کا خوف دامن گیر ہونے والے شیطانی وسوسوں سے جنم لیتی ہے۔ یہ چیزیں انسان میں اندرونی کوتاہیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے انسان اور ان شیطانی وسوسوں کے درمیان ایک ذہنی کشمکش شروع ہو جاتی ہے جن پر شیطان کو موقع ہاتھ آتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے، بھٹکائے، شکوک و شبہات اور ذہنی، فکری و نفسیاتی ٹکراؤ پیدا کرے۔ ظاہر بات ہے ان قوتوں پر شیطان کو غلبہ دے دیا گیا ہے۔ اسکی یہی بات اللہ نے بیان فرمائی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ(82)إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (83)﴾[1]

وہ کہنے لگا" تیری عزت کی قسم! میں سب (انسانوں) کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ بجز تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خالص کر لیا ہے" جب انسان ہموم و غموم کی کی حقیقت اور اسباب کو جان لیتا ہے تو ان کا علاج کرنا اور ان سے چھٹکارا بھی ممکن ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ نے شیطان کی حالت کو واضح کر دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالے گا اور ان کے تمام امور میں وسواس کو داخل کرے گا جن سے بچنا ناگزیر ہے۔ ایسے ہی اللہ نے اپنے بندوں کے لئے طریقہ علاج اور دواء کو بھی بیان کر دیا تا کہ جوں ہی یہ بیماریاں ان پر نازل ہوں تو ان سے نکلنا ممکن ہو، یقینا یہ علاج اطاعت الٰہی، رضائے الٰہی کو موجب اعمال صالح اور کثرت سے جلوت و خلوت میں ذکر باری تعالی ہے۔

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (28)﴾[2]

"یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں"

ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اعمال صالحہ جو اللہ نے واجب کیے ہیں ان میں اضطراب جیسی پریشانیوں اور ان کے اثرات سے نکلنے کے وسیع راستے موجود ہیں، انہی میں سے یہ ہے کہ اللہ کی مخلوقات آسمان و زمین، لیل و نہار اور جمیع آیات میں گہرا سوچ بچار کر کے ان سے عبرت حاصل کر کے ان غموں سے نجات مل سکتی ہے۔ بلکہ یہی وہ تفکر اور گہری سوچ ہے جس ذریعے ان غموں سے چھٹکارا ممکن ہے۔ جیسے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ابراہیم خلیل اللہ نے نبوت سے پہلے اپنے ارد گرد کے بت پرستانہ ماحول سے تنگ آ کر شکایت کی تھی؟ ہاں! وہ اللہ کی بادشاہت میں غور و فکر ہی تھا کہ پہلے ستاروں اور پھر چاند کی طرف اشارہ کیا (ان سے مایوس ہو کر) سورج کی

1 ص: 82، 83

2 الرعد:28

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف امیدیں لگائیں کہ شاید یہ میرے دکھوں کا مداوا ہو لیکن جب اس آفتاب کو بھی اس وسیع کائنات میں ڈوبتے دیکھا تو انہوں نے اپنی قوم کے فعل سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ وحدہ کی عبودیت کا اعلان کیا جو اس پورے نظام فلکیات کی تدبیر کرتا ہے تو اللہ نے ابراہیم کی اس اضطرابی اور قلق کی کیفیت کو دور کر دیا اور ان کے شکوک وشبہات کو یقین میں بدلتے ہوئے انہیں منصب اعلی رسالت پر سرفراز کیا۔ فرمان باری نازل ہوا

﴿وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (75) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ (76) فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ (77) فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (78) إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (79)﴾[1]

”اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت دکھا رہے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات طاری ہوئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا تو کہنے لگے کیا یہ ہے میرا رب؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو ابراہیم کہنے لگے: میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو بولے: کیا یہ ہے میرا رب؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں تو گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو جگمگاتا ہوا دیکھا تو بولے: یہ میرا رب ہے؟ یہ تو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اے میری قوم! جن (سیاروں کو) تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنا چہرہ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین

1 الانعام:75تا79

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو پیدا کیا اور مین شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔"

رسالت مآب ﷺ نے بھی ایمان والوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ:

«دع ما يريبك إلى مالا يريبك »[1]

"جو چیز تمہیں اضطراب میں ڈالے اسے ایسی چیز کے لئے چھوڑ دے جو یقینی ہو۔" اور یہ اس وقت تک چھوڑے رکھیں جب تک آپ قلق و اضطراب اور شک کی کیفیت سے نکل کر ایمان ویقین کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

الخوف:(ڈر)

بعض ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ خوف ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں نفسیاتی بے چینی اور اعصابی تناؤ محسوس کرتا ہے۔ عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ مسلسل خوف وہراس کی کیفیت میں رہتے ہوئے انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ حالات سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ خوف کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک ایجابی و مثبت اور دوسرا سلبی و منفی کا نوعیت کا خوف۔

مثبت یہ ہے کہ اللہ کے عذاب و سزا کا خوف ہو۔ یہ ہر انسان کے لئے ضروری اور مطلوب ہے۔ بلکہ یہی وہ خوف ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کرنی چاہیے۔ یہ انسان کی زندگی میں رویے کی اصلاح کرتا ہے۔ فرد اور معاشرے کے باہمی تعلق میں توازن بھی اسی سے ممکن ہے۔ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اسی صفت خوف سے متصف کیا ہے۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾[2]

"سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے

1 اَلبانی: صحیح- "السلسلة الصحيحة:219

2 الانفال:2

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور جب اللہ کی آیات انہیں سنائی جائیں تو انکا ایمان بڑھ جاتا ہے"

لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ خوف الٰہی کو اپنا دست و بازو بنالے جس کے ذریعے اپنی تمام مساعی کو اللہ کی طرف لپکنے میں لگادے۔ اسی سے دنیا و آخرت میں اپنے مقاصد کے حصول کی امید رکھے۔

منفی نوعیت کا خوف وہ ہوتا ہے جس میں غیر اللہ سے ڈرا جائے۔ یا اطاعت الٰہی میں مانع ہو یا جس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انسان اللہ کی نافرمانی مول لے بیٹھتا ہے۔ جیسے جادوں گروں اور دجالین کا خوف

فطری اور پیدائشی خوف کی ایک تیسری قسم بھی بنائی گئی ہے، یعنی وہ خوف جو بذات خود مثبت یا منفی میں سے کسی نوعیت کا بھی حامل نہیں جیسے وہ انسان جو اندھیروں کا عادی نہیں ہوتا اسے تاریکیوں سے ڈر لگنا شروع ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تاہم خوف کی یہ نوعیت اگرچہ بذات خود تو معصیت کے ارتکاب اور ترک اطاعت میں کوئی دخل نہیں رکھتی لیکن اگر یہی صورت بندے کے لئے کسی فعل معصیت میں مانع ہو جائے یا کسی فعل اطاعت کا موجب بن جائے تو یہ بھی مثبت اور منفی ہو جاتی ہے۔

سلبی صورت میں خوف کو ایک نفسیاتی پریشانی اور اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھنا چاہیے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155) الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (156)﴾[1]

ہم ضرور تمہیں خوف اور فاقہ میں مبتلا کر کے، نیز جان و مال اور پھلوں کے خسارہ میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ اور (اے نبی ﷺ!) ایسے صبر کرنے والوں کو خوشخبری

1 البقرۃ:155،156

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے دیجئے کہ جب انہیں کوئی مصیبت آئے تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ: ہم خود بھی اللہ ہی کی ملک ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔"

اسی طرح خوف کی متعدد صورتیں ہیں جیسا کہ موت کا خوف، لوگوں کا ڈر، کسی بیماری کا خوف، فقر و غربت کا خوف اور غیر محفوظ مستقبل کا خوف ان کے علاوہ متعدد ایسے اسباب و موثرات ہیں جو انسان میں خوف کو جنم دیتے ہیں

ان آلام و مصائب سے نکلنے کا ذریعہ صرف اور صرف توجہ الی اللہ ہے اور یقین کامل رکھنا کہ اللہ تعالی ہر قوت سے بالاتر ہے، ہر سرکش پر حاوی ہے، یہ اسی کی شان ہے کہ اس کی ملکیت و بادشاہت پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اس کائنات میں کچھ بھی ایسا نہیں کہ اسکے امر اور حکمت کے بغیر حرکت کر سکے، جب اس درجہ کا ایمان و یقین انسان کو حاصل ہوتا ہے تو ان پریشانیوں کی تکالیف اور ان کے اثر و رسوخ سے خود کو آزاد کر سکتا ہے، عالم یکسوئی اور عالم شجاعت کی منازل کو طے کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ بے خوف ہو کر محنت کرتا ہے۔ مشقت اٹھاتا ہے۔ حلات بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی کو ایک ایسی ذات منسلک کر لیتا ہے جو ہر چیز پر غالب اور سخت گیر ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾[1]

"جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں۔ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے"

کیا ہی خوب ہے جو خوف کے وقت بولنے کے لئے کہا گیا ہے "حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہی سنہری الفاظ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت بولے

1 فصلت:30

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اور یہی موتی زبان نبوت سے نکلے تھے۔

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾[1]

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ "لوگوں نے تمہارے مقابلے کو ایک بڑا لشکر جمع کر لیا ہے لہذا ان سے بچ جاؤ" تو ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے "ہمیں تو اللہ یہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"

یہی وہ بات تھی جو اس امت کے رسول و سردار نے اپنے رفیق صدیق اکبر کو سفر ہجرت میں غار ثور میں کہی تھی کہ جب کفار قریش غار ثور کے دروازے پر پہنچ گئے تھے کیونکہ کامیاب ہونے والوں کے لئے قریش نے مال اور عہدہ کا اعلان کر رکھا تھا، جب صدیق نے کہا تھا اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو ہم نظر آجائیں گے تب رسول رحمت نے اطمینان سے حقیقت سمجھاتے ہوئے جواب دیا تھا «یا ابا بکر! ما بالک باثنین اللہ ثالثھما؟»[2] ان دو کا کیا بگاڑا جا سکتا ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

دین اسلام نے بعض پریشان کن مسائل کا ابتداء ہی سے ایسا علاج کیا ہے کہ انسان شیطانی وسواس میں داخل ہونے سے بچ سکے، جیسا کہ موت کا خوف ہے۔ اللہ تعالی نے موت کی حقیقت کو واضح کر دیا کہ اس سے فرار ممکن نہیں۔ لیکن اللہ نے اس کے مقررہ وقت کو لوگوں سے مخفی رکھا اور انسان جب تک بھی اس موت سے بھاگتا رہے وہ اللہ کی بادشاہت سے باہر نہیں نکل سکتا وہ جہاں بھی ہو گا اللہ اسے حاضر کر لے گا، جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ﴾[3]

---

1 آل عمران:173

2 صحیح بخاری:4663

3 الجمعۃ:8

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آپ ان سے کہہ دیجئے: جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آ کے رہے گی"

لوگوں کا خوف: اللہ نے خوف حقیقی کی طرف اشارہ کیا جو کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے خالق سے ڈرے نہ کہ لوگوں کا خوف اپنے اوپر طاری کرے، ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾[1]

"تم لوگوں سے ڈرنے کی بجائے مجھ سے ڈرو"

فقر کے خوف کا سرے سے ہی اسلام نے انکار کیا ہے کیونکہ جو خالق ہے وہی رازق ہے، اور بندوں کا رزق بندوں کی بجائے بندوں کے خالق کے ہاتھ میں ہے

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾[2]

"اور مفلسی کے اندیشہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انہیں اور خود تمہیں بھی رزق ہم دیتے ہیں۔ انہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾[3]

" اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ کچھ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔"

لہذا ثابت ہوا کہ وہ اعمال صالح ہی ہیں جو انسان میں تعلق باللہ کی قوت کو پیدا کرتے ہیں اور یہی وہ قوت ہے جو اضطراب، خوف مذموم اور امراض نفسیہ میں پیش آنے والے خوف کو زائل کرتی ہے۔

---

1 المائدۃ:44

2 الاسراء:31

3 الذاریات:22

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الیأس: (مایوسی)

مایوسی اس ذہنی کیفیت کو کہتے ہیں جس میں انسان اس وقت مبتلا ہوتا ہے جب وہ اپنی آرزوں کے ناموافق حالات پاتا ہے۔ یہ امید کے برعکس ہے، ناامیدی ایک ایسا مرض ہے کہ جسے ہمیشہ منفی صورت میں اثر انداز ہونے والی پریشانی خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے پستیاں مقدر بنتی ہیں۔ مایوس انسان زندگی کی دوڑ میں بہت پیچھے چلا جاتا ہے۔ وہ غور و فکر کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ اس سے انسانی آزادی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ مایوسی سے ترقی و ایجادات اور حصول مقاصد میں بہت بڑی رکاوٹ آ کھڑی ہوتی ہے۔ مایوس انسان کا شیطان متلاشی ہوتا ہے۔ اس کے ملنے سے شیطان کی فرحت و سرور کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔ پھر وہ اللہ کے دشمنوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جن پہلوؤں سے وہ غالب ہوتے ہیں انہیں خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے۔ تاکہ یہ اپنے سارے نظام زندگی میں ان کے تابع ہو جائیں۔ دشمنان اسلام کو ایک سپر طاقت کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ان کی عقل و فکر اور صنعتی ترقی کو بڑا چڑھا کر دیکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ مایوسیوں کے مارے ہوئے لوگ پکار اٹھتے ہیں "ان ترقی یافتہ قوموں کے ہم پلہ کیسے ہو سکتے ہیں ہماری حالت اور ان کی حالت کے کیسے برابر ہو سکتی ہے؟" یہ ایسی بڑی پریشانی اور خطرناک مرض ہے جسکی وجہ سے مسلمانوں کے بڑے بڑے لشکر بھی پاؤں تک روند دیے گئے۔

ان سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ان مایوسیوں کو چھوڑ کر انسان خالص اللہ کی دعوت پر لبیک کہے اور اعمال صالحہ بجالائے تاکہ اسکی پریشانیوں کو حل کرنا ممکن ہو۔ کیونکہ جتنے بھی انسان سے گناہ اور خطائیں ہو جائیں، اللہ کی رحمت اور فضل سے پر امید رہنا چاہیے، رحمت الٰہی اور فضل الٰہی کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جہاں انسان کے راہ نجات ممکن ہو۔ فرمان الٰہی ہے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾[1]

"آپ لوگوں سے کہہ دیجئے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ یقیناً سارے ہی گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے"

اور صحیح حدیث قدسی میں بھی یہی بات آئی ہے

«يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً»[2]

"میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جو میرے متعلق وہ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے جماعت میں یاد کرے تو میں بھی اسے جماعت مین یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہو تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک گز قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں"

1 الزمر:53

2 صحیح بخاری:7405

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب[1]

قرآنیات

تدریسِ قرآن اور اس کے متعلقہ احکام و مسائل

زیر نظر مضمون درحقیقت ایک کتاب کا ترجمہ ہے جسے معروف قلم کار پروفیسر حافظ ڈاکٹر زبیر صاحب اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ کتاب میں قرآن مجید کے متعلقہ احکام و مسائل کے حوالے بہت مفید بحثیں کی گئی ہیں۔ جنہیں سلسلہ وار چند شمارہ رشد کے ذریعے ہدیہء قارئین کیا جائے گا۔ جبکہ آج کی نشست میں ہم اس حوالے سے تین اہم ترین مسائل یعنی قرآن مجید کی درس و تدریس کی فضیلت، قرآن مجید کی درس و تدریس پر اجرت لینے کا حکم اور حفظ قرآن پر انعامات دینے کا حکم زیر بحث لائیں گے۔

قرآن مجید کی درس و تدریس کی فضیلت

قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے اور اس کی درس و تدریس کے لیے جمع ہونے کی فضیلت کے بیان میں کئی ایک احادیث مروی ہیں۔ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ: ”جب بھی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کی درس و تدریس کی کوشش کرتی ہے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں جو اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔“

اس حدیث میں چار باتیں بیان کی گئیں ہیں:

① ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔

② رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔

③ فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

1 لیکچرار کامسٹ یونیورسٹی لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں۔

ہم میں سے کون ایسا ہے جو ان مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی ایک کی بھی خواہش نہ رکھتا ہو، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی عمل میں یہ تمام فضیلتیں ایک ساتھ جمع ہو جاتی ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے سیکھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور حضرت عقبہ بن عامر کی روایت میں اس کی ترغیب موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں: " اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے نکلے اور ہم صحابہ کی ایک جماعت صفہ کے چبوترے پر تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جسے یہ پسند ہے کہ وہ بطحان یا عقیق کے بازار صبح کے وقت جائے اور دو موٹی تازی اونٹنیاں لے آئے۔ اور اس طرح لائے کہ نہ تو کسی گناہ میں ملوث ہو اور نہ ہی کسی قسم کی قطع رحمی کرے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا: تم سے کوئی ایک جب مسجد میں صبح کے وقت داخل ہو اور قرآن مجید کی دو آیات تلاوت کرے یا ان کا علم حاصل کرے تو یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور تین آیات تین اونٹنیوں جبکہ چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔"

قرآن مجید کی درس و تدریس کے بارے میں جامع ترین حدیث حضرت عثمان کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔" ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: تم میں سے افضل ترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔"

یہ بات واضح رہے کہ یہ فضیلت یا شرف ان کے لیے نہیں ہے جو الفاظ و حروف کو ان کے معانی و حدود کے بغیر سیکھتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ اس میں الفاظ کا سیکھنا، انہیں یاد کرنا، اس کی تجوید، اس کے اعراب، اس کی تفسیر، اس کے احکام اور ان کی حکمتوں کی معرفت حاصل کرنا اور اس کے حلال و حرام کا سیکھنا بھی شامل ہے۔ ابو عبد الرحمن السلمی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: " ہمیں ان لوگوں نے بیان کیا ہے جو ہمیں قرآن مجید پڑھاتے تھے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ پس جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تھے تو اس سے آگے اس وقت تک نہ بڑھتے تھے جب تک انہیں اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل میں نہ لے آتے تھے۔ پس انہوں نے قرآن مجید اور اس پر عمل دونوں کو ساتھ ساتھ سیکھا۔"

قرآن مجید کی درس و تدریس کا یہی صحیح منہج اور بہترین طریق کار ہے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ سیکھنے سے پہلے اس کے معانی کا جاننا ضروری ہے۔ ابن حجر کا قول ہے :"اگر یہ کہا جائے کہ اس روایت کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاری قرآن، فقیہ سے افضل ہے۔ تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے اول مخاطبین فقہاء بھی تھے کیونکہ وہ اہل زبان ہونے کی وجہ سے جس کلام کے الفاظ سیکھ رہے تھے، اس کے معانی ان لوگوں سے بہتر طور جانتے تھے کہ جو ان کے بعد آنے والے تھے اور انہیں ان معانی کے جاننے کے لیے کافی محنت بھی کرنی پڑتی تھی۔ تفقہ ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ تو جو ان صحابہ جیسا ہو گا تو وہ اس روایت کے مفہوم میں شامل ہے، محض یہ وجہ اس فضیلت کو پانے کے لیے کافی نہیں ہے کہ وہ قاری یا مقری ہے اور اسے کچھ سمجھ نہیں کہ کیا پڑھ رہا ہے یا پڑھا رہا ہے۔"

جہاں اس قرآن مجید کی تدریس کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ افضل ترین اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے اعمال میں سے ہے۔ حضرت سفیان ثوری سے جہاد اور قرآن مجید پڑھانے کے بارے سوال ہوا تو انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دینے کو افضل قرار دیا اور دلیل میں حضرت عثمان کی حدیث بیان کی۔ یہ واضح رہے کہ یہ فضیلت صرف اسی کے لیے ہے جس نے قرآن مجید کا علم اور عمل ایک ساتھ حاصل کیا۔ اسی لیے ابن حجر نے کہا ہے:" اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید سیکھنا اور سکھانا اپنی ذات اور دوسروں کی ذات کو مکمل کرنے والا ہے اور اس میں ایسا فائدہ ہے جو لازم و متعدی ہے اور اسی وجہ سے اسے افضل ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔"

امام ابن کثیر نے کہا ہے:"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں اور یہ مومنین کی اور رسولوں کے متبعین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفت ہے جو اپنی ذات میں مکمل ہوتے ہیں اور دوسروں کو مکمل کرتے ہیں۔ اور اس عمل میں پایا جانے والا فائدہ لازم اور متعدی ہے۔ اس کے برعکس سرکش کفار کا معاملہ یہ ہے کہ نہ تو اپنی ذات کو کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ ہی اپنی امکان بھر طاقت کے بل بوتے پر کسی کو فائدہ اٹھانے دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے رستے سے رک گئے یا روک دیا تو ہم انہیں عذاب پر عذاب میں بڑھائیں گے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے کہ وہ کفار اس قرآن مجید سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رک جاتے ہیں۔ مفسرین کے صحیح ترین قول کے مطابق اس آیت سے مراد قرآن مجید کی اتباع سے رک جانا اور منع کرنا ہے۔ پس ان کفار نے جھٹلانے کے علاوہ قرآن مجید پر عمل نہ کرنے کو بھی اپنے کفر میں شامل کر لیا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور ان سے اعراض کیا۔ پس یہ شریر کفار کا معاملہ ہے جبکہ اللہ کے چنیدہ بندوں کا معاملہ اس کے برعکس یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کی تکمیل کے علاوہ دوسروں کو بھی مکمل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین (مکمل ترین) وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور اس سے بہترین بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ پس اللہ کی طرف دعوت دینا چاہے اذان کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں تو وہ اس میں شامل ہے مثلا قرآن مجید، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم جب اللہ کی رضا کے لیے دے گا تو یہ بھی دعوت الی اللہ کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ اس کے ساتھ اگر وہ صالح اعمال بھی کرے یا بعض نے کہا کہ اس کی باتیں صالح ہوں تو کوئی بھی اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔"

یہ بات بھی واضح ہے کہ تعلیم کے مراحل میں سے بہترین مرحلہ بچپن کی تعلیم کا ہے کیونکہ جو اس میں سیکھا ہوتا ہے اس کے مطابق پرورش ہوتی ہے۔ امام سیوطی نے کہا ہے: "بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا اصول اسلام میں سے ہے کیونکہ بچوں کی پرورش فطرت سلیمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہوتی ہے لہٰذا ان کے دل خواہشات کی آماجگاہ بننے اور معصیت و گمراہی کی سیاہی سے پہلے حکمت کے انوار سے پُر ہوتے ہیں۔ پس چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ بچپن ہی سے انہیں قرآن مجید کی تعلیم پر ڈال دیا جائے تاکہ ان کا یہ پختہ عقیدہ قائم ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کا رب ہے اور قرآن مجید اس کا کلام ہے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے ان کے دلوں میں قرآن مجید کی محبت راسخ ہو گی اور ان کے اذہان، افکار، صلاحیتیں اور حواس اس کے نور سے روشن ہوں گے۔ اس طرح ہم بچپن میں ہی قرآنی عقائد سیکھ لیں گے اور ہماری پرورش قرآنی اخلاق کی روشنی میں ہو گی۔ ہم اس کے احکامات پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب کریں گے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بچپن کا حفظ پختہ ہوتا ہے اور دیر تک یاد رہتا ہے اور دل میں گھس جاتا ہے اور نفس پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔"

قرآن مجید کی تدریس کے احکام اور آداب

جب قرآن مجید کی درس و تدریس کا یہ مقام ہو تو بلاشبہ اس بارے کچھ احکامات اور آداب ہوں گے کہ جن کا التزام بہت ضروری ہے۔ یہاں ہم قرآن مجید کی تدریس کے چند احکامات بیان کر رہے ہیں:

قرآن مجید کی تدریس پر اجرت لینا:

یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تدریس اور محض تلاوت پر اجرت حاصل کرنے میں فرق کریں اور یہ جان لیں کہ دوسری صورت درست نہیں ہے جبکہ پہلی جائز ہے کیونکہ اس میں تعلیم و تدریس ہو رہی ہے۔ اہل علم کا اس بارے اختلاف ہے کہ تدریس قرآن پر اجرت حاصل کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس بارے دو اقوال مروی ہیں:

پہلا قول:

حنفیہ اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق تعلیم قرآن کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن عابدین نے اپنے 'حاشیہ' میں لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں اصل رائے یہ ہے کہ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید کی تعلیم کی اجرت لینا درست نہیں ہے اور متقدمین حنفی علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے ضرورت کے تحت اسے جائز قرار دیا جیسا 'بلخ' کے حنفی مشائخ کا قول ہے۔ اسی طرح 'مطالب أولی النھی' میں تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے کو حرام قرار دینے کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ یہی حنفی مذہب کا قول ہے اور جمہور حنفی علماء اسی کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں 'ابن منجا' وغیرہ نے بھی اسے ہی صحیح ترین قول قرار دیا ہے اور 'وجیز' اور دوسری کتب میں بھی اسے ہی قطعی قول قرار دیا گیا ہے۔ اس قول کے قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں:

① حضرت عبد الرحمن بن شبل کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: "قرآن پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو۔ اس سے اعراض نہ کرو اور نہ اس سے کھاؤ اور نہ ہی اس کے ذریعے مال سمیٹو۔"

② حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا: قرآن مجید پڑھو اور اس کے ذریعے اپنے رب کی رضا حاصل کرو اس سے پہلے کہ ایسی لوگ آ جائیں جو اسے تیر کی طرح سیدھا کریں گے اور وہ اس کا بدلہ دنیا میں چاہیں گے اور اسے آخرت تک مؤخر نہیں کریں گے۔" ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: "قرآن مجید پڑھو اس سے پہلے کہ ایسی قوم اسے پڑھے کہ جو اسے تیر کی طرح سیدھا کریں، اس کی اجرت دنیا میں ہی چاہیں گے اور اس کا بدلہ آخرت پر نہیں چھوڑیں گے۔"

③ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اہل صفہ میں سے ایک شخص کو قرآن مجید اور اس کی کتابت کی تعلیم دی تو اس شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ مال تو ہے نہیں اور میں اس کے ذریعے اللہ کے رستے میں تیر چلاؤں گا۔ پس میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے آگ کا ایک طوق پہنایا جائے تو اس ہدیہ کو قبول کر لیے۔"

④ اُبی بن کعب رضی اللہ کی روایت کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن مجید کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم دی اور اس نے مجھے ایک کمان ہدیہ کی تو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تو نے اسے قبول کیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ تو نے آگ کی ایک کمان قبول کی۔" پس میں نے وہ کمان اس شخص کو لوٹا دی۔

⑤ عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: "قرآن مجید پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے اسکے ذریعے سوال بھی کرو۔ تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔"

جو لوگ اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے ان دلائل کے یوں جواب دیے ہیں:

حضرت عبد الرحمن بن شبل کی روایت اس کے ساتھ خاص ہے جو قرآن مجید کو کھانے اور مال سمیٹنے کا ذریعہ ہی بنا لے۔ اگر سیکھنے والے اپنی خوشی سے مدرس کو کچھ دے دے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جبکہ معلم زیادہ کا مطالبہ بھی نہ کرے۔

جہاں تک حدیث جابر کا معاملہ ہے تو اس میں اس بات کی نصیحت کی گئی ہے کہ مدرس کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ اس کا مقصود محض قرآن مجید کے حروف کو سیدھا کرنا ہی نہ بن جائے اور وہ اس پر عمل کو پس پشت ڈال دے اور آخرت کے بالمقابل صرف دنیاوی اجر پر ہی اکتفا کر لے۔ اس روایت میں تجوید یا اجرت حاصل کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی قرآن مجید پر عمل اور اس پر اجر و ثواب کے بالمقابل محض حروف کے سیدھا کرنے اور اجرت وصول کرنے ہی کو مقصود بنا لے گا تو وہ حرام ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے: "اگر کوئی شخص محض اجرت کے لیے قرآن پڑھے گا تو اسے اس کا کچھ اجر و ثواب نہ ملے گا۔"

حضرت عبادۃ اور اُبی بن کعب کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ انہوں نے یہ کام خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کیا تھا لہٰذا آپ نے ان حضرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ہدیہ لینے سے منع کر دیا۔ جیسا کہ امام خطابی نے کہا ہے:" جو لوگ اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے حضرت عبادۃ کی روایت کی تاویل یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے نیکی اور اجر و ثواب کی نیت کی تھی اور تعلیم کے وقت ان کا مقصود کوئی معاوضہ یا نفع لینا نہ تھا۔ پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے اجر کے ضائع ہونے سے ڈرایا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کسی دوسرے کی گمشدہ یا سمندر میں ڈوب جانے والی چیز نیکی اور اجر و ثواب کی نیت سے ڈھونڈ نکالتا ہے تو اب اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کا کچھ معاوضہ لے۔ ہاں! اگر اس نے تلاش سے پہلے اس کی کوئی اجرت طے کی تھی تو وہ لینا اس کے لیے جائز ہو گا۔ اہل صفہ فقراء اور مساکین میں سے تھے جن کا گزر بسر صدقات پر ہوتا تھا۔ پس کسی شخص کا ان سے کچھ لینا مکروہ جبکہ دینا مستحب امر تھا۔"

حضرت عمران کی حدیث میں قرآن مجید کے ذریعے سوال کرنے کی ممانعت ہے جبکہ معاوضے کے طور اجرت لینا سوال میں داخل نہیں ہے۔

یہ جوابات اس صورت دیے گئے ہیں جب ان روایات کی صحت ثابت ہو جائے جبکہ صحیح بات یہی ہے کہ ان روایات پر اس قدر اعتراضات موجود ہیں کہ یہ قابل حجت نہیں ہیں۔ یہاں تک امام نووی نے تو یہ کہہ دیا ہے:" اس مسئلے میں کوئی ایسی حدیث منقول ہی نہیں ہے کہ جس پر عمل واجب ہو۔"

دوسرا قول:

مالکیہ، شافعیہ، امام احمد کی ایک روایت اور بلخ کے حنفی علماء کا کہنا یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ جواز کے قائلین نے درج ذیل دلائل کو بنیاد بنایا ہے:

⑥ حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے:" صحابہ کی ایک جماعت کا گزر کسی گھاٹ سے ہوا کہ جہاں ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ گھاٹ کے قریب رہنے والوں میں سے ایک شخص صحابہ کی جماعت کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں جھاڑ پھونک کرنے والا ہے کہ پانی کے قریب ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ صحابہ میں سے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص اس کے ساتھ چلا گیا اور اس نے چند بکریوں کے عوض سورۃ فاتحہ کا دم کیا اور بکریاں لے کر واپس آ گیا۔ بقیہ صحابہ نے اس کے اس عمل کو ناپسند جانا اور کہا کہ تو نے کتاب اللہ کے عوض اجرت وصول کی ہے۔ یہاں تک جب صحابہ کی وہ جماعت مدینہ تشریف لائی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان سب سے زیادہ حقدار اس اجرت کا ہے جو وہ کتاب اللہ کے بدلے میں لے۔"

⑦ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے: "صحابہ کی ایک جماعت کا عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے سے گزر ہوا تو قبیلے والوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ ابھی صحابہ کی جماعت وہیں تھی کہ اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ تو انہوں نے صحابہ سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے پاس سانپ کے کاٹے کی دوا یا جھاڑ پھونک ہو۔ صحابہ نے کہا کہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہ کی لہٰذا ہم یہ کام اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک تم ہمیں اس کا معاوضہ نہ دو۔ تو انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ اجرت میں طے کر دیا۔ تو صحابہ میں سے ایک شخص نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنا شروع کی اور وہ ساتھ ہی اپنی تھوک جمع کر تھوڑی سی پھینکتے جاتے تھے۔ پس وہ سردار تندرست ہو گیا اور وہ قبیلے والے بکریاں لے آئے۔ پس صحابہ نے کہا کہ ہم اس وقت تک ان بکریوں کو استعمال نہ کریں گے جب تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم نہ کر لیں۔ پس جب انہوں نے آپ سے پوچھا تو آپ مسکرا دیے اور کہا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ جھاڑ پھونک ہے۔ یہ اجرت لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی مقرر کرو۔"

⑧ خارجہ بن صلت اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں: "وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر جب واپس اپنی قوم کی طرف جانے لگے تو راستے میں ان کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا اور اسے لوہے کی زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ اس کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس سے تم ہو کر آ رہے ہو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کچھ بھلائی لے کر آئیں ہیں۔ کیا ان کے پاس کچھ ایسا ہے کہ ہمارے اس مریض کا علاج کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس شخص پر سورۃ فاتحہ دم کی۔ وکیع نے کہا ہے کہ یہ دم تین دن تک صبح و شام تھا۔ پس وہ شخص تندرست ہو گیا تو اس کے گھر والوں نے مجھے ایک سو بکریاں دیں۔ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کو خبر دی تو آپ نے کہا: میری عمر کی قسم! اسے لے لو، جس نے باطل جھاڑ پھونک سے کھایا تو وہ درست نہیں ہے اور تو نے تو حق جھاڑ پھونک کی ہے۔"

⑨ سہل بن سعد سے روایت ہے: "ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ ایک خاتون آپ کے پاس آئی اور اس نے اپنا نفس آپ پر نکاح کے لیے پیش کیا۔ آپ نے اسے ایک نظر دیکھا اور خاموش رہے۔ اس دوران صحابہ میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے کہا: کیا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں! یہ بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ چادر ہے، میں اسے دو حصوں میں تقسیم کیے دیتا ہوں۔ آدھی خود رکھ لوں گا اور آدھی اسے دے دوں گا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ قرآن ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں!۔ آپ نے کہا: جا! میں نے تیرا نکاح اس کے ساتھ اس قرآن کے بدلے کر دیا جو تیرے پاس ہے۔"

اگر ہم ان دلائل پر غور کریں تو پہلے تین دلائل تو قرآن مجید کی جھاڑ پھونک کی اجرت وصول کرنے کے بارے میں ہیں نہ کہ تعلیم و تدریس کا معاوضہ حاصل کرنے کے بارے میں۔ امام قرطبی نے کہا ہے: "ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جھاڑ پھونک کی اجرت لینے کے جواز سے تدریس قرآن کی اجرت لینے کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہے۔" چوتھی روایت میں تعلیم قرآن کو معاوضہ بنایا گیا ہے اور اسے حق مہر کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس بارے بھی یہ کہا جا سکتا ہے چونکہ وہ شخص چونکہ فقیر تھا لہٰذا اس کے لیے یہ جواز موجود تھا جبکہ اس روایت سے عمومی جواز نکالنا درست نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجح قول:

درحقیقت تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے مختلف صورتوں اور متنوع حالات میں ایک جیسا حکم نہیں۔ بعض اوقات مدرس غنی ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاج۔ بعض حالات میں اس کے علاوہ بھی مدرسین کثرت سے ہوتے ہیں اور بعض میں کم اور بعض میں بالکل نہیں ہوتے۔ اجرت ادا کرنے والا بعض اوقات تو طالب علم ہوتا ہے اور بعض اوقات کچھ اصحاب خیر اجرت ادا کرتے ہیں۔ اگر طالب علم ہو تو وہ بھی بعض اوقات غنی ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاج۔ بعض اوقات یہ اجرت بیت المال یا سرکار کی طرف سے بھی ادا کی جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ تعلیم اجرت کے مشروط ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے ساتھ کسی قسم کی شرط نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات مذکورہ بالا حالات کے علاوہ کوئی حالات ہوتے ہیں۔

اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوگا کہ تعلیم قرآن مجید کی اجرت وصول نہ کرنا بہترین خیر اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ اجرت کی شرط لگائے بغیر تعلیم دے۔ اگر کچھ دے دیا جائے تو اس کو قبول کر لے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو مطالبہ بھی نہ کرے۔ اگر ہم اپنے زمانے پر غور کریں کہ جس میں انسان کے فرائض، ذمہ داریاں اور مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں اور قرآن مجید کی فی سبیل اللہ یا اجر و ثواب کی نیت سے تعلیم دینے والے نہ ہونے کے برابر ہیں تو:

⑩ اگر کچھ لوگ اپنے آپ کو تعلیم قرآن کے لیے فارغ نہیں کریں گے اور انہیں اس کی اجرت نہ دی جائے گی تو ان کا اکثر وقت اپنے معاشی مسائل کو سلجھانے میں صرف ہو جائے گا اور قرآن مجید کی فی سبیل اللہ تعلیم کے لیے ان کے پاس بہت کم وقت بچ جائے گا۔ اور اس زائد وقت میں تعلیم قرآن مجید کی محنت کر کے بھی وہ اس کے مقام و مرتبے کے اعتبار سے اس کا حق ادا نہیں کر پائیں گے۔

⑪ قرآن مجید کی تعلیم سے مراد جمیع مراحل کی تعلیم ہے جن میں نرسری، پرائمری، مڈل، کالج اور یونیورسٹی کے درجات کی تعلیم بھی شامل ہے۔ حفظ قرآن کے متعین مدارس قائم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے گئے ہیں بلکہ قرآن کالجز اور علوم قرآن کی تدریس کا تقاضا یہ ہے کہ مدرسین قرآن کی ایک بڑی تعداد اس کام کے لیے فارغ ہوں۔ اگر یہ مدرسین دیگر سرکاری ملازمین کی طرح اجرت نہیں لیں گے تو قرآن مجید کی نشر واشاعت اور تعلیم و تدریس میں کمی واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ اتنی بڑی تعداد میں فی سبیل اللہ قرآن مجید کی تعلیم دینے والوں کا ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

اس لیے ہماری رائے میں سرکاری یا عوامی مدارس میں تعلیم قرآن مجید کی متعین اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک مساجد میں حفظ قرآن کی کلاسز پر اجرت وصول کرنے کا معاملہ ہے جو اصحاب خیر کے تعاون سے چلتی ہیں تو ان میں بہتر صورت یہی ہے کہ کسی متعین اجرت کی شرط نہ لگائے اور وہ اپنی مرضی سے جو دے دیں اسے قبول کر لے۔ اور اگر وہ کچھ بھی نہ دیں تو اس صورت میں بھی بہتر ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ تم سے بہترین وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں، کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچائے۔ اس کار خیر کا بدلہ اور معاوضہ اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہے اور وہ جنت ہے۔

مستقل کمیٹی برائے تحقیق وافتاء نے مدرسین قرآن کی اجرت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا ہے کہ: ”جو مدرسین کتاب اللہ کی تعلیم پر اجرت لیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپ کے ارشاد کہ ’بہترین چیز جس پر تم اجرت وصول کرو، اللہ کی کتاب ہے‘ کے عموم سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔“

شاید ہم نے اس مسئلہ میں کافی لمبی بحث کر دی ہے کیونکہ یہ ایک اہم بلکہ اصولی مسئلہ تھا جو اس کتاب کی بنیاد ہے۔ چونکہ اس کتاب کے ذریعے ہم اکثر مدرسین اور مدرسین کے کالجز کے طلباء کو مخاطب کر رہے ہیں لہٰذا یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس مسئلے کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

قرآن مجید کی تعلیم پر انعامات دینے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اس امت اور ان کے حکمرانوں کو اس بات کی توفیق دی ہے کہ وہ قرآن مجید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعلیم و تعلیم کا اہتمام کریں۔ پس قرآن مجید کی تعلیم عام ہو گئی ہے، مدارس پھیل گئے ہیں اور حفظ قرآن کی کلاسز بہت زیادہ ہیں اور ہمارے ملک میں تو قرآن مجید کو تمام درجات کی تعلیم میں بطور نصاب شامل کیا گیا ہے۔ سعودی حکومت نے حفظ قرآن کے ابتدائی، متوسط اور اعلی درجہ کے مدارس قائم کرنے کا اہتمام کیا ہے اور ہماری اکثر مساجد میں بھی حفظ قرآن کی کلاسز قائم کی گئی ہے اور یہی صورت حال تقریباً دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ہے۔

اس صورت حال میں قرآن مجید کی تلاوت و حفظ پر حوصلہ افزائی کے لیے کئی رستے اختیار کیے گئے جن میں نمایاں طلباء کے لیے جو مکمل قرآن مجید یا اس کا ایک متعین حصہ یاد کریں، ماہنامہ وظائف اور مادی انعامات شامل ہیں۔ بلکہ اب تو یہ طلباء کے علاوہ قیدیوں کے لیے بھی ہے۔ سعودی حکومت ان قیدیوں کی سزا میں تقریباً نصف سزا تک تخفیف کر دیتی ہے جو قرآن مجید کا ایک متعین حصہ حفظ کرتے ہیں۔ پس حوصلہ افزائی کی خاطر دیے جانے والے ان انعامات کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

پہلی قسم:

حفظ قرآن کے مدارس میں طلباء کے ماہنامہ وظائف۔

دوسری قسم:

قرآن مجید کے مکمل یا متعین جز کے یاد کرنے پر حوصلہ افزائی کے لیے دیے جانے والے انعامات۔

تیسری قسم:

حفظ اور تلاوت قرآن مجید کے مقامی اور عالمی مقابلہ جات میں بہترین پوزیشن حاصل کرنے والوں کے لیے انعامات۔

تیسری قسم کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ۱۔ مادی و مالی انعامات۔ ۲۔ کتابوں، کیسٹس اور گھریلو ساز و سامان کی صورت میں دیے گئے انعامات۔ ۳۔ سزا میں تخفیف کی صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں انعام۔

مجھے علماء، مصنفین اور معاصرین کی کوئی ایسی بحث نہیں ملی کہ جس میں انہوں نے اس بارے تفصیلاً کلام کیا ہو، اگرچہ اجمالی طور وہ ان کے جواز کے قائل ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے اسلامی لشکر کے امراء کو لکھا کہ جو قرآن مجید کے حفاظ ہوں، ان کی فہرستیں مجھے بھیجو تاکہ ہم ان کی مالی خدمت کے ذریعے انہیں شرف عطا کریں اور انہیں مختلف بلاد میں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری نے لکھا کے میرے پاس اس وقت تین سو سے زائد حفاظ موجود ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے لشکر کے امراء اور گورنروں کی طرف یہ لکھ بھیجا کہ جو تمہیں اذان کا التزام کرتا نظر آئے (یعنی موذن) تو اس کے لیے ایک ہزار دینار وظیفہ مقرر کر دو۔ جو قرآن مجید حفظ کرے اور علم کے حصول لیے کوشش کرے، مجالس علم وادب کو آباد کرے تو اس کے لیے دو ہزار دینار مقرر کرو۔ اور جو قرآن مجید کو حفظ کرے، حدیث کو نقل کرے اور علم میں پختگی اور گہرائی حاصل کرے تو اس کے لیے چار ہزار دینار مقرر کرو۔ لیکن یہ وظائف ان لوگوں کے لیے مقرر کرو جو پہلے سے اس میدان میں معروف علماء اور فضلاء میں سے ہیں اور ان کی چھان پھٹک بھی کرو۔ اور ان کی اطاعت بھی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولوالأمر کی اور ان سے مراد اہل علم کی جماعت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد علماء، قراء، نیکی میں مسابقت کرنے والوں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والوں کی اتنی کثیر تعداد کسی بھی زمانے میں نہ تھی جتنی ہارون الرشید کے زمانے میں تھی۔ لڑکا آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیتا تھا اور گیارہ سال کی عمر میں حدیث روایت کرتا، ذخیرہ احادیث یاد کرتا، اساتذہ سے مکالمہ کرتا اور علم و تفقہ میں پختگی حاصل کر لیتا تھا۔"

اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کے انعامات کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ محض مادی عوض یا سزا میں تخفیف کے لیے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کریں گے۔ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم یہی ان کی ہدایت کا سبب بھی بن جائے۔ امام نووی نے کہا ہے:" اہل علم کا کہنا ہے کہ کسی کو صرف اس وجہ سے قرآن مجید کی تعلیم سے نہیں روکا جائے گا کہ اس کی نیت درست نہیں ہے۔ "حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے:" ان کا علم کے کوشش کرنا ہی ان کی نیت ہے۔ اور بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے غیر اللہ کی نیت سے علم حاصل کرنا شروع کیا اور بعد میں اس علم کی برکت سے وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے مختص ہو گیا۔" حضرت عمر نے اپنے بعض گورنروں کو لکھ بھیجا:" وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم پر وظائف جاری کریں۔ تو کسی نے جواب میں لکھا آپ نے ہمیں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے پر وظائف دینے کا حکم دیا تھا اور اب تو ایسے لوگ بھی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر لیں جنہیں سوائے وظیفے کے اور کسی چیز سے غرض نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے لکھا کہ تم انہیں قرآن مجید سے محبت اور اس کی صحبت کے بدلے دو۔"

اس کے برعکس ابو عبید اور دوسرے علماء نے اسیر بن عمرو سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:" حضرت عمر بن خطاب کو یہ معلوم ہوا کہ سعد نے قرآن مجید پڑھنے والوں کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا ہے تو اس پر حضرت عمر نے کہا: اف! کیا وہ اللہ کی کتاب پر مال دے گا!"

مستقل کمیٹی سے جب حفظ قرآن کے مقابلہ جات میں انعامات کے وصول کرنے کے بارے سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا:" اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہ جائز ہے۔ اسی طرح ان سے یہ بھی سوال ہوا کہ عورتوں کے قرآن مجید ترتیل سے پڑھنے کے مقابلہ جات اگر مردوں کی موجودگی میں منعقد کیے جائیں تو اس پر کمیٹی نے جواب دیا مردوں کی موجودگی میں لڑکیوں کا قرآن مجید ترتیل سے پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں ان کے لیے فتنے کے امکانات ہیں اور شریعت اسلامیہ ایسے تمام وسائل پر قدغن لگاتی ہے جو حرام کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنتے ہوں۔"

میرا خیال یہ ہے کہ تلاوت میں حسن صوت مطلوب ہے لیکن اگر کوئی عورت مردوں کی موجودگی میں اپنی آواز کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرے گی تو ممنوع کا ارتکاب کرے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رُشد

Monthly Rushad Lahore

* طلبائے مدارس میں اردو زبان وادب کا ذوق سلیم پیدا کرنا تاکہ صحت مندانہ اسلامی صحافت کو فروغ دیا جاسکے۔

* تفہیم قرآن وحدیث کے عناوین کو مستقل تحریکی شکل دینا تاکہ ہر مسلمان کو معرفت الٰہی کی دولت لازوال نصیب ہو سکے۔

* ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو تکمیل ذات اور اصلاح غیر کا پیکر بنانا تاکہ امت فریضۂ دعوت وتبلیغ سے عہدہ برآ ہو سکے۔

* کسی خاص فقہی مکتبۂ خیال کے بجائے دین اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدت امت مرحومہ کو قائم رکھا جاسکے۔

* قراءات قرآنیہ اور رسول ﷺ کے فرامین وسنن کی حجیت کو ثابت کرنا تاکہ فتنہ انکار قراءات متواترہ اور فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی کی جاسکے۔

* فتن جدیدہ پر مثبت انداز میں تنقید وتردید کرنا تاکہ فہیم عناصر میں فکر صحیح کو پروان چڑھایا جاسکے۔

* پیش آمدہ مسائل پر فہم اسلاف کی روشنی میں آزادانہ اجتہادی رائے دینا تاکہ جمود وتجدد کے مہلک مرض سے محفوظ رکھا جاسکے۔

* اسلام کی آفاقی تعلیمات کی معتدل اسلوب میں تعبیر کرنا تاکہ مسلک اعتزال پر سد باب کیا جاسکے۔

* ارتقائے شعور ملی اور احیائے ملت اسلامیہ کے لیے جدوجہد کرنا تاکہ اسلامیان کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔